اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

اللہ اکبر

الفضل قادیان

ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ

قیمت فی پرچہ

نمبر ۵۴ | مؤرخہ ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | یوم جمعہ | مطابق ۹ شعبان سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

آج ۷ر جنوری سنہ ۱۹۳۰ء حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بعارضہ بخار علیل ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں ✣

مولانا سید سرور شاہ صاحب چند دن کی رخصت پر ضلع ہزارہ میں تشریف لے گئے ہیں ✣

مبلغین کا تبلیغی پروگرام زیر غور ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ پنجاب کے جن علاقوں میں کوئی احمدی نہیں۔ ان کے متعلق دفتر دعوت و تبلیغ میں اطلاع دیں۔ تاکہ وہاں مبلغ بھیجے جائیں ✣

کلام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

میرا دوست کون ہو سکتا ہے

۲۸ر دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے قبل حضور کی حسب ذیل تازہ نظم پڑھی گئی۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت ۔ ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی۔
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں ۔ اور اُن کی نگاہ رہے نیچی۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ۔ شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں ۔ تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں

وُہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ۔ اُمید لگائے بیٹھے ہوں
وُہ ادنےٰ ادنےٰ خواہش کو ۔ مقصود بنائے بیٹھے ہوں

شمشیرِ زباں سے گھر بیٹھے ۔ دُشمن کو مارے جاتے ہوں
میدانِ عمل کا نام بھی لو ۔ تو چھپتے ہوں گھبراتے ہوں
گیدڑ کی طرح وُہ تاک میں ہوں ۔ شیروں کے شکار پہ جانے کی
اَور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں ۔ وُہ اُن کا جھوٹا کھانے کی

اَے میری اُلفت کے طالب ۔ یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھے تُو ۔ وُہ ان باتوں میں کیسا ہے

گر تیری ہمت چھوٹی ہے ۔ گر تیرے ارادے مُردہ ہیں
گر تیری اُمنگیں کوتہ ہیں ۔ گر تیرے خیال افسردہ ہیں

کیا تیرے ساتھ لگا کر دِل ۔ میں خود بھی کمینہ بن جاؤں
ہوں جنّت کا مینار مگر ۔ دوزخ کا زینہ بن جاؤں

ہے خواہش میری اُلفت کی ۔ تو اپنی نگاہیں اُونچی کر
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس ۔ کر قبضہ جا کے مقدر پر

میں واحد کا ہوں دلدادہ ۔ اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے ۔ تو میری آنکھ کا تارا ہے

تو ایک ہو ساری دنیا میں ۔ کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تو سب دنیا کو دے نیکی ۔ خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

م۔ میں نے چند دن جو کام کیا۔ تو اُس دوران میں دو صاحب حضرت اقدس کی بیعت میں شامل ہو چکے ہیں ؛ والسلام

خاکسار فضل الرحمٰن حکیم عفا اللہ عنہ۔ از فری ٹون۔ سیرالیون

۱۴۔ نومبر ۱۹۲۹ء

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

تبلیغ احمدیت کے لئے نیا میدان

میں ۹۔ جولائی ۱۹۲۹ء کو بحکم جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ گولڈ کوسٹ سے نائیجیریا کی طرف روانہ ہؤا۔ ۲۰۔ اگست تک وہاں رہا۔ اس عرصہ میں قریباً سب کی سب جماعتوں کے دَورے اور جلسے کئے۔ اس عرصہ میں تیئیس اشخاص نے عاجز کے ہاتھ پر بیعت سیدنا محمود کا شرف حاصل کیا۔ اور جیسا بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہو رہا ہے عاجز کے ہاتھ کا بویا ہؤا بیج خدا کے فضل سے بارآور ہو رہا ہے ؛ احمدیہ لٹریری سوسائٹی لیگوس اور جماعت لیگوس نے ۱۷، و ۱۸۔ اگست کو حسب ترتیب الوداعی ایڈریس پیش کئے۔ اور ۲۰ اگست احباب کو بچشم تر چھوڑ کر اور خود آنسو بہاتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو کر واپس سالٹ پانڈ پہونچ گیا ؛

اشانٹی کا دورہ

برادرم نذیر احمد صاحب کو علاقہ اشانٹی کا دَورہ ابھی تک نہ کرایا جا سکا تھا۔ شروع ستمبر میں اُن کو وہاں لے گیا۔ جملہ اشانٹی علاقہ کی جماعتوں کے امیر اور نمائندے مرکز کماسی میں جمع تھے۔ وہاں پر اپنے قدیم مہمان نواز دوں لالہ منھارام برادرس کے مکان پر پُورا پُورا آرام پایا۔ جملہ افسروں اور اماموں پر پہلے سے برادر صاحب مذکور کی واقفیت کرائی۔ ایک کھلی ہوا میں لیکچر دیا۔ اور ایک ہفتہ قیام کے بعد واپس سالٹ پانڈ پہونچ گئے ؛

واپسی ہند کی تیاری

اشانٹی سے واپس آکر دیارِ محبوب کی طرف واپسی کی تیاریاں شروع ہوئیں اور مشغولیت و مصروفیت کے باعث دن رات ایک کر دئے۔ بیرونی احباب کی آمد آمد۔ آٹھ سال اکٹھے رہنے والے احباب کی جُدائی۔ غرضکہ شب و روز ایک کر کے کام ختم کیا۔ اور آخر ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء کو سالٹ پانڈ سے ۸ بجے شام بطرف سکینڈی روانہ ہؤا۔ جہاں سے جہاز پر سوار ہونا تھا ؛

روانگی سے قبل احباب جماعت اور سکول کے سٹاف و بچوں نے اپنے اپنے رنگ میں پورے اخلاص اور سعادت کا نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے ؛

روانگی کی گھڑی ایک حشر کا نمونہ تھا۔ اُدھر احباب کی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ ادھر میرے آنسو نہ تھمتے تھے۔ لسلامت روی و باز آئی کے نعروں سے فضا گونج رہی تھی ؛

۱۱ بجے شب سکینڈی میں پہنچے۔ وہاں میرے نہایت مخلص سندھی دوست (جنہوں نے بڑے بڑے مشکل اوقات میں میری مدد کی ہے۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں جزائے خیر عطا کرے آمین) انتظار میں تھے اگلے روز صبح ٹاکو راڈی کے بندر پر اپام نام جہاز میں جس میں کہ ۱۹۲۲ء میں میں افریقہ آیا تھا بیٹھکر روانہ ہؤا۔ برادرم نذیر احمد صاحب۔ میسرز پاین و جمال سیکرٹریان۔ اور مسٹر عبد اللہ شامی اور مسٹر وسیامل جہاز تک چھوڑنے آئے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ؛

احمدیت کے لئے نیا میدان

۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو میں فری ٹون میں پہونچا۔ کہ حضور کا ارشاد یہاں ایک خاص ڈیوٹی بجا لانے کا تھا۔ اپنا پروگرام تجویز کر کے یہاں پر عملی پہلو اختیار کرنے کی سوچ ہی میں تھا۔ کہ یکایک سخت بیمار ہو گیا۔ نہ ہاتھوں میں کام کی طاقت رہی۔ نہ بدن میں بستر سے اٹھنے کی مقدرت۔ خدا کا فضل ہے کہ حالت رو بصحت ہے۔ احباب کرام دُعا فرمائیں۔ کہ خیریت سے اور زندگی میں قادیان پہونچ جاؤں۔ اللہ تعالےٰ میرے لئے دعا کرنے والے سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ۔ م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۵۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

جلسہ سالانہ کے بعد

سخت سردی کے موسم میں دور دراز سے ہزاروں اصحاب جو سفر کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے اپنے اموال خرچ کر کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لئے قادیان تشریف لائے تھے۔ اب جبکہ خدا کے فضل سے بخیر و عافیت اپنے گھروں میں پہونچ چکے ہونگے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں اس

مقدس سفر

کے نتیجہ کو مفید سے مفید تر بنانے اور اس کے برکات اور فیوض سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ دلائی جائے ٭

یہ تو صاف بات ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ عام دنیاوی میلوں اور اجتماعوں کی طرح نہیں ہوتا جن میں لوگ سیر و تفریح کی خاطر جمع ہوتے - اپنی کاروباری کوفت دور کرتے اور دنیاوی دھندوں کی خاطر تازہ دم ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک

مقدس اجتماع

ہوتا ہے۔ جس کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ اس مادہ پرستی اور روحانیت سے دوری کے زمانہ میں جن لوگوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ کی آواز پر لبیک کہا۔ اس کے ہاتھ پر

عہد محبّت و اُلفت

استوار کیا۔ وہ ایک دوسرے سے مل کر قلبی راحت اور مسرت حاصل کریں اور اس زمانہ میں جبکہ ماں جائے بھائیوں اور عزیز سے عزیز رشتہ داروں میں حقیقی محبت اور اتحاد مفقود ہے۔ دنیا کے سامنے وہی نظارہ پیش کریں۔ جو دنیا نے اس وقت دیکھا تھا۔ جبکہ اہل دنیا علےٰ شفا حفرۃ من النار۔ یعنی آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے مگر فخر دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کے مصداق بن گئے تھے

پس جس اجتماع کی ایک بہت بڑی غرض ہی یہ ہو۔ کہ اس میں شامل ہونے والے ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں۔ اور ایسے بھائی سمجھیں جنہیں خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہو۔ تو اس میں جو لوگ شریک ہوں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سال میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر وہ مشرق و مغرب شمال و جنوب سے آکر جسمانی طور پر ایک مقام پر جمع ہوتے ہیں۔ اور جسمانی لحاظ سے

اتحاد کا بے نظیر ثبوت

پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح سارا سال روحانی طور پر اپنے اتحاد کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اور نہ صرف جہاں جہاں احمدی جماعتیں ہیں۔ وہاں انہیں اپنے ہر ایک فرد کو خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ اپنی جماعتی عمارت کی ضروری اینٹ سمجھکر اسے زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ ہر ایک احمدی کو خواہ وہ کہیں ہو۔ روحانی طور پر تمام دوسرے احمدیوں کے ساتھ وابستہ سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ سالانہ جلسہ پر محبت و الفت اتحاد و اتفاق کا جو

عملی سبق

پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اسے سارے سال یاد رکھا جائے اور وہ اسی صورت میں یاد رکھا جا سکتا ہے۔ کہ جن احمدی بھائیوں کو ایک دوسرے کے قریب رہنے۔ روزانہ ملنے۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں ذاتی طور پر شریک ہونے کا موقعہ حاصل ہو۔ وہ آپس میں بھائیوں بھائیوں کی طرح رہیں۔ اور اگر کبھی کسی قسم کی رنجش کسی بھائی سے پیدا ہو جائے۔ تو اسے تین دن سے زیادہ طوالت نہ اختیار کرنے دیں۔ پھر ہر احمدی دوسرے احمدی بھائی کو اپنا بھائی سمجھے۔ خواہ ان میں کتنا ہی بُعد مسافت واقعہ ہو۔ گویا

تمام کے تمام احمدی یکجان

ہوں۔ خواہ ان کے قالب ایک دوسرے سے کتنے ہی دور ہوں ٭

دوسری غرض جلسہ سالانہ کی یہ ہے۔ کہ اس موقعہ پر ایسے

روحانی حقائق و معارف

سُنے جائیں۔ جن سے ایمان، یقین اور معرفت الٰہی میں ترقی ہو۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ اس بات کا پورا پورا انتظام کیا جاتا ہے کہ جلسہ پر حقائق اور معارف پیش کئے جائیں۔ اور خدا کے فضل سے اس میں بہت کچھ کامیابی بھی ہوتی ہے۔ خاص کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریریں اور گفتگو روحانیت کے لئے آب حیات ہوتی ہے۔ لیکن صاف بات ہے۔ صرف کانوں سے سُن لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ فائدہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ان حقائق اور معارف کو

لوح دل پر نقش

کر لیا جائے۔ اور ان کے مطابق عمل کیا جائے۔ ہم گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی پہلے روز کی تقریر کا خلاصہ درج کر چکے ہیں۔ جس میں تمام وہ امور مذکور ہیں جنہیں عمل میں لانے کا حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ ہر اس بات کو جو ان سے تعلق رکھتی ہے۔ سال حال کے پروگرام میں شامل کر کے اس کے لئے پوری پوری جد و جہد کریں ٭

جلسہ سالانہ پر ہر ایک احمدی میں

خدمتِ دین

کرنے کے لئے نئی روح۔ نئی زندگی اور نئی طاقت پیدا کرنے والے جس قدر سامان مہیا ہوتے ہیں۔ اتنے کسی اور موقعہ پر قطعاً نہیں ہوتے اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی احمدی جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے بعد اپنے اندر تغیر نہیں دیکھتا۔ اپنے اندر پہلے سے زیادہ خدمت دین کا جوش نہیں پاتا۔ اپنے اندر خدا تعالےٰ کی مخلوق کی اصلاح اور بہتری کی کوشش کرنے کے لئے زیادہ قوت محسوس نہیں کرتا بلکہ جس نقطہ پر وہ جلسہ سالانہ سے قبل تھا۔ اسی پر جلسہ کے بعد بھی اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ تو کہنا پڑے گا۔ جلسہ پر آکر اس نے کچھ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اپنے مال اور اوقات کو ضائع کیا۔ اور خواہ مخواہ تکلیف اٹھائی لیکن ہمیں یقین ہے۔ کہ کوئی احمدی ایسا نہ ہوگا۔ جس نے جلسہ میں شمولیت کے بعد اپنی روحانیت اور کام کرنے کی طاقت میں کچھ نہ کچھ اضافہ نہ محسوس کیا ہو۔ جب یہ صورت ہے۔ تو

ہر ایک احمدی کا فرض

ہے۔ کہ اپنی روحانیت اور اپنی قوت میں اضافہ کا ثبوت اپنے عمل سے دے۔ اور نئے سال میں دکھا دے۔ کہ جب مومن کے لئے اس کے دو دن برابر نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر آنے والا دن اس کی ترقی کا قدم آگے بڑھاتا ہے۔ تو مومن کے دو سال کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔ پس نئے سال میں اس قدر جد و جہد اور کوشش سے کام لینا چاہیئے۔ کہ جب خدا تعالےٰ کے فضل سے ہم پھر سالانہ جلسہ کے لئے جمع ہوں۔ تو دونوں سالوں میں ہر لحاظ سے

نمایاں فرق

نظر آئے۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ گو مشکل ضرور ہے۔ لیکن ایسی مشکل نہیں۔ جو اس جماعت کے عزم و ارادہ کے سامنے ایک لمحہ کے لئے بھی ٹھیر سکے۔ جو ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے ٭ پس ابھی سے اس بات کی کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ یہ سال ہمارے لئے ہر لحاظ سے

گذشتہ سال سے بڑھکر

ہو۔ اور گذشتہ سال کے آخری دن ہمارا قدم جس مقام پر تھا۔ سال حال کے آخری دن اس سے بہت آگے ہو۔ خدا تعالےٰ اپنے فضل سے ہر ایک احمدی کو توفیق دے۔ کہ دین کی خدمت سلسلہ کی عظمت اور اسلام کی شان و شوکت کے قیام میں پورا پورا حصہ لے سکے ٭

ہندؤوں میں آزادیٔ نسواں کے خلاف آواز

اسلامی پردہ کا مفہوم صرف اس قدر ہے۔ کہ عورتوں کو نامحرم مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط اور میل جول سے روکا جائے۔ ہندو جو کچھ عرصہ قبل اپنی عورتوں کی اس قسم کی آزادی کو اپنے مذہب کی فضیلت کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ اب حالات و واقعات سے مجبور ہو کر آزادی اور پردہ کا وہی مفہوم لینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ چنانچہ ایک مستند آریہ اخبار "آریہ ویر" کی اس مسئلہ کے متعلق رائے کسی گذشتہ پرچہ میں تفصیلاً درج کی جا چکی ہے۔ آج ہم ایک اور مؤقر ہندو اخبار کے خیالات اس ضمن میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ "سدرشن چکر" (۲۵ نومبر ۱۹۲۹ء) لکھتا ہے:-

"آزادی بذاتِ خود اچھی چیز ہے۔ بشرطیکہ اس کا غلط استعمال نہ کیا جائے۔ استریوں کی آزادی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ وہ شرم و حیا جو استریوں کے لئے سب سے زیادہ قیمتی بھوشن ہے اس کو بھی جواب دے دیں۔ .... ہندو دیویاں فیشن و آزادی کی خاطر بازاروں میں بے دھڑک پھرتی ہیں۔ غیر ہندو درزیوں بزازوں۔ منیاری فروشوں کے پاس جا کر بے شرمی و بے حیائی کا جس طرح مظاہرہ کرتی ہیں۔ اسے دیکھ کر ہمارا سر مارے ندامت کے جھک جاتا ہے۔ کمپنی باغ میں سیر کرنا اور مگدر ہلانا ورزش میں داخل ہو گیا ہے۔ کیا عورتوں کی اس آزادی کا غلط استعمال جاتی کے لئے مفید ثابت ہو گا؟ کیا ہندو مرد اپنی استریوں کا سدھار نہ کریں گے؟"

یہ الفاظ کسی فصاحت کے محتاج نہیں۔ ایک ہندو کی زبان سے اسلامی احکام کے تفوق اور برتری کا اعتراف اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسلامی اتحاد کی بنیاد

اسلامی تعلیم ایک علیم و حکیم ہستی کی طرف سے ہونے کی وجہ سے حکمت اور معرفت سے پُر ہے۔ اس کا کوئی جزو لے کر دیکھ لیا جائے جہاں وہ روحانی طور پر بے شمار فوائد اور خوبیوں پر مشتمل اور قرب الٰہی کے لئے ایک ضروری زینہ ثابت ہو گا۔ وہاں دنیاوی اور ظاہری لحاظ سے بھی اس کے فوائد اور منافع اس قدر ظاہر و باہر ہوں گے۔ کہ ہر صاحبِ عقل اور دانش بادنےٰ تدبر انہیں محسوس کر سکے گا۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ تعصب اور ہٹ دھرمی علانیہ اظہارِ حقیقت سے مانع ہو۔ بنگال کے مشہور ہندو لیڈر مسٹر بی۔ سی۔ رائے نے اواخر دسمبر ۱۹۲۹ء میں وائی ایم۔ سی۔ اے ہال لاہور میں ایک تقریر کی۔ جس میں صاف طور پر بیان کیا:-

"اب میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ کہ کیوں مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور ہندو الگ الگ ہیں۔ آپ نے کلکتہ نمائش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں سابق امیر کابل بھی آئے ہوئے تھے جب مسجد میں نماز شروع ہوئی۔ تو امیر کابل اور ایک قلی میں کوئی فرق نہ تھا یہ ایک چیز ہے۔ جو اتحاد کی بنیاد ہے۔ اور یہ اسلام میں ہے۔ ہندوؤں میں بالکل نہیں ہے۔" (پرتاپ ۴ دسمبر ۱۹۲۹ء)

کاش مسلمان بھی ان باتوں کو سمجھیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھائیں جن کی خوبیوں کا اعتراف آج معاندینِ اسلام بھی کرنے پر مجبور ہیں۔

دہلی میں رام راج

حال میں دہلی میونسپلٹی نے جس میں ہندو ممبروں کی کثرت ہے فروخت گوشت کے متعلق چند بائی لاز مقرر کئے ہیں۔ جن کی رو سے ۹ بازاروں میں ہر قسم کے گوشت کی فروخت ممنوع قرار دے دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس سڑک پر بھی کسی قسم کا گوشت فروخت نہیں ہو سکے گا۔ جہاں سو قدم کے فاصلہ پر کوئی دھرم شالہ یا ہندو سکول ہو۔ پھر کسی بازار میں کھلے بندوں فروخت گوشت کی اجازت نہیں۔ ان بائی لاز میں گوشت سے مراد گائے بیل۔ بھیڑ۔ بکری۔ ہرن تیتر۔ بٹیر۔ اونٹ۔ سور سب شامل ہیں۔ اس سے زیادہ مسلم آزار قوانین ہندو راج میں اور کیا ہو سکتے ہیں۔ کہ جس علاقہ میں بدقسمتی سے کوئی ہندو سکول یا دھرم شالہ واقعہ ہو۔ وہاں مسلمانوں کی آبادی خواہ کس قدر زیادہ کیوں نہ ہو۔ کسی قسم کا گوشت فروخت نہیں کیا جا سکے گا۔

درحقیقت ہندوؤں کی ایسی متعصبانہ کارروائیاں ہی ہیں۔ جو مسلمانوں کو دلی جوش کے ساتھ استخلاص وطن کے لئے جدوجہد کرنے سے روکے ہوئے ہیں۔

کانگریس کے حسابات

ہندوستان کی تباہ حالی کی یوں تو متعدد وجوہات ہیں۔ لیکن ایک اہم وجہ یہ ہے۔ کہ یہاں مخلص اور دیانت دار کارکنوں کا فقدان ہے۔ کانگریس ہندوستان کی سب سے بڑی اور منظم سیاسی جماعت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن حیرت ہے۔ کانگریس کے حسابات بھی اشتباہ اور شک سے پاک نہیں۔ چنانچہ ۲۷ دسمبر کو لاہور میں کانگریس ایگزیکٹو کمیٹی کا جو اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں پنڈت مالویہ سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ کانگریس کے حسابات میں ان کے ذمہ پچاس ہزار روپیہ کی جو رقم درج ہے۔ اس کا حساب پیش کریں۔ یہ جھگڑا کئی سال سے چلا آ رہا ہے۔ اور گذشتہ سال کلکتہ کانگریس میں بھی پیش ہوا تھا چنانچہ اس سال جب یہ معاملہ پیش ہوا تو اس پر حسب ذیل دلچسپ مکالمہ ہوا:

ایک ممبر:- "پنڈت جی بھی اس جلسہ میں تشریف فرما ہیں۔ ان سے دریافت کیا جائے۔ کہ وہ اس کے متعلق کیا جواب دیتے ہیں"

پنڈت مالویہ:- "میرے پاس پنجاب کا پچاس ہزار روپیہ تھا میں نے اس میں سے ۲۵ ہزار روپیہ الہ آباد سیوا سمتی کو دے دیا تھا۔ اور اسے ہدایت کی تھی۔ کہ اسے خرچ نہ کرنا۔ بلکہ اس کے سود سے کام چلانا"

ایک مسلمان ممبر:- "آپ نے ۲۵ ہزار کا حساب دیا ہے۔ باقی ۲۵ ہزار روپیہ کہاں ہے؟"

پنڈت جی:- "میرے پاس جتنی رقم تھی۔ وہ میں نے سیوا سمتی الہ آباد کو دے دی تھی" (ملاپ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء)

یہ ہندوستان کی اہم ترین سیاسی پارٹی کے حسابات کا حال ہے۔ کئی سال سے اتنی خطیر رقم ایک فرد واحد کے قبضہ میں چلی آتی ہے۔ اور جب اس سے تفہیم حساب کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ تو یونہی ٹال دیا جاتا ہے۔ اگر اس سوال کو چھوڑ بھی دیا جائے۔ کہ کانگریس کا روپیہ جس کی فراہمی میں مسلمانوں کا بھی حصہ ہے۔ سیوا سمتی جیسی فرقہ پرست جماعت کے حوالہ کر دینا کس صورت میں جائز تھا۔ تو بھی یہ سوال غور طلب ہے کہ ایک ہی سانس میں مالوی جی پہلے تو ۲۵ ہزار روپیہ سیوا سمتی کو دینا بتاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے۔ کہ میرے پاس جتنی رقم تھی۔ وہ میں نے سیوا سمتی الہ آباد کو دے دی تھی۔ حالانکہ آپ پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ "میرے پاس پنجاب کا ۵۰ ہزار روپیہ تھا"

اگرچہ پنڈت جواہر لال نہرو ... اعلان کر دیا کہ:-

"اب کانگریس کمیٹی نے اس رقم کی وصولی کے لئے قانونی کارروائی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے" (ملاپ ۲۹ دسمبر)

مگر یقین نہیں آتا۔ کہ اس کی کبھی نوبت آئے گی۔ کیونکہ قریباً سب ہندو لیڈر ہندو مفاد کی خاطر ہی کام کر رہے ہیں۔ اگرچہ ان کے طریقہ ہائے کار مختلف ہیں۔ اور ہم پوری طرح یقین رکھتے ہیں۔ کہ قانونی کارروائی کبھی نہیں کی جائے گی۔

ہندو عورت پر ناقابل برداشت ظلم

معاصر "پارس" ۲۴ دسمبر ۱۹۲۹ء لکھتا ہے:-

"ہندو شاستروں نے ہندو عورتوں کو بیاہ شادی کے معاملہ میں انتہائی طور پر بے بس کر دیا ہے۔ ماں باپ خواہ کسی بدمعاش اوباش اور بیمار کے پلے باندھ دیں۔ ہندو عورت کو اس کے ساتھ ہی اپنی زندگی خراب کرنی پڑتی ہے۔ مردوں کا عورتوں پر یہ ظلم ناقابل برداشت ہے" ...

اس کے بعد آل انڈیا ویمن کانفرنس کی بنارس برانچ کے اس ریزولیوشن کا ذکر کرتے ہوئے جس میں ممبرانِ اسمبلی پر زور دیا گیا ہے کہ ان ناقابل برداشت حالات کی موجودگی میں انہیں طلاق کا حق بذریعہ قانون دلانے میں ان کی مدد کریں۔ اور یہ تسلیم کر لینے کے باوجود "ویمن کانفرنس کے اس مطالبہ کو نامنظور کہا جا سکتا ہے" لکھتا ہے:-

"طلاق کے طریقہ کو غیر ملکی یا دھرم کے خلاف سمجھ کر قبول کرنے میں پس و پیش ہو سکتا ہے۔ کیا دھرم کے ٹھیکیدار اس بات پر غور کریں گے کہ غیر ملکی اصول اور غیر ملکی قانون کے نفاذ سے پہلے ہی اس حالت پر قابو پایا جائے ہم نہیں سمجھتے۔ طلاق پر عمل کئے بغیر ہندو کس طرح ہندو عورتوں کو ناقابل برداشت مظالم سے رہائی دلا سکتے ہیں۔ جبکہ شاستروں کا ہندو عورتوں پر یہ پہلا ناقابل برداشت ظلم ہے نہیں۔ شادیٔ بیوگان کی مخالفت۔ وراثت سے محرومی وغیرہ متعدد ناقابل برداشت ظلم" ان بیچاریوں پر کئے جاتے ہیں اور ان سے نجات حاصل کرنے میں جب ہندو "غیر ملکی اصولوں" سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ تو پھر اس معاملہ میں غیر ملکی اصول کی متابعت سے شرم محسوس کرنے کی کوئی ...

۱۹

کانگریس کے کھلے اجلاس میں گاندھی جی نے وائسرائے ہند کے متعلق ہمدردی اور مبارکباد کا ریزولیوشن پاس کرانے کے لئے تو یہ کہدیا کہ کانگریس کا مقصد یہ ہے۔ کہ
"ہندوستان میں رہنے والا ہر شخص آزاد ہو۔ اور اس کی زندگی اور عزت محفوظ ہو" (ملاپ ۱۲ر جنوری ۱۹۳۰ء)
لیکن اسی اجلاس میں اسی ریزولیوشن پر اظہار رائے کرتے ہوئے جو گت مسلمان کانگریسیوں کی بنی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ خود کانگریس میں بیچارے مسلمانوں کی عزت محفوظ نہیں اور نہ کسی کو ان کی عزت کی کچھ پرواہ ہے۔

اگر وائسرائے ہند کی گاڑی کو بم کا حادثہ پیش آنے کی مذمت کرنا اور وائسرائے کے محفوظ رہنے پر مبارکباد پیش کرنا ایسا ہی جرم تھا جسے کانگریس کے تشدد پسند ہندو ممبر کسی صورت میں بھی معاف نہ کر سکتے تھے۔ اور اس کی تائید میں کچھ سننا ان کی نازک مزاجی کے لئے ناقابل برداشت بار تھا۔ تو چاہئے تھا سارا غصہ گاندھی جی کے خلاف نکالا جاتا۔ جنہوں نے اس کے متعلق ریزولیوشن پیش کیا۔ اور اپنی تقریر میں ان لوگوں کی مذمت کی۔ جو قتل و غارت کے ذریعہ "سوا راج" حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق تو کسی بڑے سے بڑے انقلاب پسند کانگریسی نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ہاں جب اس ریزولیوشن کی تائید کرنے کے لئے وہ مسلمان ممبر کھڑے ہوئے۔ جو اپنی قوم سے کٹ کر ہندوؤں سے جا ملے ہیں۔ تو ان پر نہایت ہتک آمیز آوازے کسے گئے۔

ہندوؤں کی خود غرضیوں اور چالبازیوں سے متنفر ہو کر اکثر مسلمان لیڈروں نے کانگریس میں جانا ہی فضول سمجھا۔ اور جو چند ایک گئے۔ ان میں سے بھی بعض نے ہوا کا رخ دیکھکر اپنی عافیت اسی میں دیکھی۔ کہ دم بخود بیٹھے رہیں۔ اور کوئی لفظ منہ سے نہ نکالیں۔ مگر بعض جو خاموش نہ رہ سکے انہیں معلوم ہو گیا۔ کہ ہندو ان کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ گاندھی جی کی تائید اور حمایت میں ہی کہیں۔

ڈاکٹر انصاری کے سے کانگریسی جو کانگریس کے ایک گذشتہ سالانہ اجلاس کے صدر منتخب کئے گئے تھے۔ اور جنہیں کانگریسی ہندو غالباً ان تمام مسلمان لیڈروں سے بہترین سمجھتے ہیں۔ جو ان کے ہاتھ میں بطور آلہ کام دے رہے ہیں۔ جب

گاندھی جی کے پیش کردہ ریزولیوشن کی تائید میں تقریر کرنے کے لئے اٹھے۔ تو کانگریس کا وہی مجمع جس نے اصل ریزولیوشن اور اس کے حق میں گاندھی جی کی تقریر نہ صرف پورے امن و سکون کے ساتھ سنی تھی۔ بلکہ اس کے خاتمہ پر تالیاں بجا کر داد بھی دی تھی۔ یکدم بھڑک اٹھا۔ اور تہذیب و متانت کے تمام آداب بالائے طاق رکھکر ڈاکٹر صاحب پر "شیم شیم کے نعرے" لگانے لگ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے باوجود اس کے تقریر جاری رکھی لیکن جب انہوں نے یہ کہا۔ کہ وائسرائے پر بم چلانے والوں کی مذمت کرنی چاہئے۔ اور محفوظ رہنے والوں کو مبارکباد دیں۔ تو انہیں "ہرگز نہیں ہرگز نہیں" کا جواب ملا۔

ڈاکٹر صاحب کے بعد مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی کی جو شامت آئی۔ تو وہ بھی گاندھی جی کی حمایت میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ابھی تقریر شروع ہی کی تھی کہ "بیٹھ جاؤ بیٹھ جاؤ" کے نعرے سنتے ہوئے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

بعض ہندوؤں نے بھی اس ریزولیوشن کی حمایت میں تقریریں کیں۔ مگر انہیں کسی نے نہ ٹوکا۔ نہ شیم شیم کہا۔ نہ بیٹھ جانے پر مجبور کیا۔ اور بالآخر کثرت آراء سے یہ ریزولیوشن پاس بھی کر دیا گیا۔ جب ایک ایسے ریزولیوشن کی حمایت کرنے کی پاداش میں مسلمان مقررین سے ایسا شرمناک سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ جو گاندھی جی کی طرف سے پیش ہوا۔ اور جس کی تائید میں حاضرین کی اکثریت تھی۔ تو بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اگر کوئی ریزولیوشن کسی مسلمان کی طرف سے پیش ہوتا۔ تو اس کی حمایت کے جرم میں مسلمانوں کو کتنی کڑی سزا بھگتنا پڑتی؟

کانگریس کے اسی اجلاس میں جب مکمل آزادی کا ریزولیوشن پیش ہوا۔ تو پھر نہ ڈاکٹر انصاری تقریر کے لئے کھڑے ہو سکے۔ اور نہ مولوی حبیب الرحمن کیونکہ وہ ابھی ابھی مزا چکھ چکے تھے۔ نہ معلوم مولوی ظفر علی صاحب نے اپنے ان "تازہ" بھائیوں کی حالت سے کیوں عبرت حاصل نہ کی۔ اور تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور ساتھ ہی غالباً یہ بھول کر کہ وہ کانگریس کے پنڈال میں کھڑے ہیں۔ مالوی جی کے خلاف بولنے لگے۔ لیکن ابھی وہ بات کرنے نہ پائے تھے۔ کہ خوش رہنے کی گھنٹی بج گئی۔ اور وہ یہ کہتے ہوئے خوش ہو گئے۔ کہ "مالوی جی ملاؤں کی تعلیم دیں تو پچاس منٹ اور اگر میں آزادی کی تعلیم دوں۔ تو گھنٹی جھٹ بج گئی"

ڈاکٹر عالم صاحب اگرچہ اس اجلاس میں ہر قسم کے چشم زخم سے بال بال بچ گئے۔ لیکن اسکی وجہ یہ نہیں تھی۔ کہ ہندو لیڈروں کو ان کی خاطر منظور تھی۔ یا ان کی تادیب کے لئے کوئی موقعہ میسر نہ آیا تھا۔ بلکہ یہ تھی۔ کہ اس سے ایک ہی دن قبل ڈاکٹر صاحب کی پوری پوری خاطر تواضع کی جا چکی تھی۔ اور صرف اتنی سی بات پر کہ بے خبری کے عالم میں ان کے منہ سے نکل گیا تھا۔ "مہاتما جی تقریر کے ساتھ ایک دھمکی دے دیتے ہیں" (ملاپ یکم جنوری ۱۹۳۰ء)

ڈاکٹر صاحب کا اتنا کہنا تھا۔ کہ اور تو اور مالوی جی بھی آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ان الفاظ کو "مہاتما جی کا مذاق اڑانا" قرار دے کر لگے ڈاکٹر عالم صاحب پر برسنے۔ آخر ڈاکٹر صاحب نے یہ کہکر اپنی جان چھڑائی۔ کہ "میں مہاتما جی کو ہندوستان کا ڈکٹیٹر اور آزادی دہندہ سمجھتا ہوں۔ میرے لئے ان کی شان میں گستاخی کرنا ناممکن ہے"

ڈاکٹر عالم صاحب کے الفاظ سے ہم تو نہیں سمجھ سکے۔ کہ انہوں نے گاندھی جی کی شان میں کیا گستاخی کی تھی۔ لیکن اگر کی تھی۔ تو انہیں قرار واقعی سزا مل گئی۔ مگر سوال یہ ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر کانگریس کے ایک سابق صدر ڈاکٹر انصاری کی شان میں جو کچھ کہا گیا۔ کیا اسکے خلاف بھی کسی نے آواز اٹھائی۔ اور شیم شیم کے نعرے لگانے والے بدتہذیبوں کو تہذیب سکھانے کی کوشش کی۔ اگر نہیں۔ تو اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ڈاکٹر انصاری مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور کانگریس کے اجلاس میں کسی مسلمان کی عزت محفوظ نہیں۔

جو کانگریس ملنگے ہو کے پنڈال میں مسلمانوں اور ان مسلمانوں کو جو ان کی ہاں میں ہاں ملانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس طرح ذلیل کر سکتی ہے۔ وہ ہندوستان پر حکومت حاصل ہونے کی حالت میں جو کچھ کرے گی۔ وہ ظاہر ہے۔ اسی لئے کہنا پڑتا ہے۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔

معلوم نہیں کانگریس میں جن مسلمان لیڈروں کی اس قدر مٹی پلید کی گئی ہے۔ انہیں بھی اس کا کچھ احساس ہوا ہے۔ یا نہیں۔ اور اگر ہوا ہے۔ تو آئندہ اس کے متعلق کچھ کرینگے یا نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے۔ ہندو بھی سمجھتے ہیں جو لوگ اپنی قوم کے وفادار ثابت نہیں ہوئے۔ وہ انہیں بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی تحقیر اور تذلیل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

نئے سال کیلئے جماعت احمدیہ کا پروگرام

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۳ر جنوری ۱۹۳۰ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج کے خطبہ میں بعض اور باتیں بیان کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک تو اس وجہ سے کہ صبح سے میری طبیعت کچھ خراب ہے۔ اور دوسرے اس خیال سے کہ یہ جمعہ

نئے سال کا پہلا جمعہ

ہے۔ ہمیں اس موقعہ پر

خوشی اور شکر کے جذبات

کا ہی اظہار کرنا چاہیئے۔ اور ایسے امور کو جو تکلیف دہ ہوں کسی دوسرے وقت کیلئے اُٹھا رکھنا چاہیئے۔ میں نے اپنا خیال ترک کر دیا۔ پس میں پہلے تو

اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کا شکر

ادا کرتا ہوں جس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک اور سال کے ختم کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اور اس کے خاتمہ پر

جماعت کو نمایاں ترقی

بھی عطا کی۔ کیونکہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہی چھ سو سے زیادہ احباب نے بیعت کی ہے۔ ذاتی طور پر بھی باوجودیکہ پچھلے سال میری طبیعت خراب رہی اس جلسہ کے بعد میں ایسی کوفت محسوس نہیں کرتا۔ جو انسان کو نکما کر دیتی اور اس کی قوت کو باطل کر دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم یعنے اگر تم شکر کرو گے۔ تو میں اپنی نعمتیں تم پر زیادہ کروں گا۔ اس نے ہمارے عملوں اور کوششوں سے بہت بڑھکر ہمیں ترقی عطا کی ہے اور باوجود سخت مشکلات، سخت مصائب اور مخالفتوں کے جماعت کا قدم پیچھے نہیں ہٹنے دیا۔ اور باوجودیکہ اس سال لوگوں کو رخصتیں ملنے میں بہت سی دقتیں پیش آئیں۔ پھر بھی جلسہ پر پچھلے سال سے حاضری قریباً پانصد زیادہ رہی۔ یعنی پچھلے سال مہمانوں کی کل تعداد خوراک کی پرچیوں کے لحاظ سے سولہ ہزار آٹھ سو بچاسی تھی۔ لیکن اس سال سترہ ہزار تین سو سولہ۔ پس

اللہ تعالےٰ کا احسان

ہے۔ کہ اس نے ہمیں ترقی کرنے کا موقعہ دیا۔ اسی تسلسل میں میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ احباب جماعت کو چاہیئے۔ اگلے سال میں خدا تعالےٰ کے شکریہ کے طور پر اپنی دینی کوششوں میں اور بھی وسعت پیدا کریں۔

میں نے جلسہ کے موقعہ پر بھی اعلان کیا تھا۔ کہ ہر احمدی اقرار کرے۔ کہ وہ اگلے سال میں کم از کم

ایک نیا احمدی

اپنے رُتبہ اور علم کا بنانے کی کوشش کرے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ ان میں بھی جہاں تک ہو سکے تبلیغ کو جاری رکھا جائے۔ لیکن اپنے رتبہ اور حیثیت کا ایک ایک آدمی جماعت میں داخل کرنے کی کوشش ضرور کی جائے۔ تا امراء اور غرباء دونوں میں تبلیغ کا سلسلہ برابر جاری رہے۔ یہ ایسا عمل ہے۔ کہ اگر جماعت اس میں پوری کوشش سے کام لے تو چند سال میں ہی بہت ترقی کر سکتی ہے۔ اور اس سے وہ حصہ بھی جو کمزور یا

میدانِ عمل سے پیچھے ہٹنے والا

ہے۔ ابتلاؤں اور مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔ کیونکہ جماعت کی ترقی کے ساتھ مالی حالت بھی اچھی ہوتی چلی جائے گی۔ اور وہ لوگ جنہیں مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ

"اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا۔ تو وہ مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے۔ کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پرخار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے

نازک پیر

ہیں۔ وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں۔ وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے ہیں۔ نہ مصیبت میں نہ لوگوں کی سب و شتم میں نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں میں"

وہ بھی راستہ کی سہولتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چلنے کے قابل ہو جائیں گے۔ گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ جن لوگوں کے نازک پیر ہیں۔ وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ایسے لوگ ضرور ہی علیحدہ ہو جائیں۔ یا اُنہیں علیحدہ کر دیا جائے۔ آپ نے صرف مشکلات سامنے رکھدی ہیں۔ تا جو ان کی

برداشت کی طاقت

اپنے اندر نہ پاتے ہوں علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن انکو دیکھتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص شامل رہنا چاہتا ہے۔ اور آگے بڑھنے کی آرزو اپنے دل میں رکھتا ہے۔ تو یہ اس کی مرضی ہے۔ جماعت کے بڑھ جانے سے ایسے لوگوں کے لئے بھی سہولتیں مہیا ہو جائیں گی۔ کیا یہ

تعجب کی بات

نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کی جو کثرت تھی۔ وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نظر نہیں آتی۔ کیا اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ ان کے زمانہ میں کوئی ایسی خصوصیت تھی۔ یا ان کے اندر ایسی روحانیت تھی۔ کہ کوئی شخص منافق نہ رہا۔ نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کے زمانہ میں بہت سہولتیں مسلمانوں کو حاصل ہو چکی تھیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ

ابتلاء اور مشکلات کا زمانہ

تھا۔ جس کی وجہ سے کمزور لوگ پیچھے ہٹنا چاہتے تھے۔ لیکن انسان کے اندر خدا تعالےٰ نے شرم و حیا کا ایک ایسا مادہ رکھا ہے۔ کہ وہ پیچھے ہٹنے سے ہچکچاتا بھی ہے۔ اس لئے ایسے لوگ اپنے پیچھے ہٹنے پر پردہ ڈالنا چاہتے تھے۔ اور منافقت سے کام لیتے تھے۔ پھر یہ بھی انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کہ وہ اکیلا پیچھے ہٹ کر نکو بننا نہیں چاہتا۔ اس لئے وہ کوشش کرتا ہے۔ کہ میں اور لوگوں کو بھی ساتھ شامل کر لوں تا جماعت ہو جانے سے ندامت میں کچھ کمی ہو جائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ

ترقیات اور ترفع کا زمانہ

تھا اگرچہ کچھ تکلیفیں بھی تھیں۔ لیکن وہ بات نہ تھی۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ اس لئے جو لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافق تھے۔ وہ ان کے زمانہ میں مومن ہو گئے۔ کئی لوگ غلطی سے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام منافق مار دیئے تھے۔ اگر واقعی یہ بات ہوتی۔ تو قرآن۔ احادیث۔ اور تاریخ اس کے متعلق خاموش نہ ہوتی۔ آخر جو مارے گئے۔ وہ دوسروں کو بھی نظر آتے ہونگے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ کسی نے ان کے مارے جانیکا ذکر نہیں کیا۔ مگر ہمارے پاس اس بات کے غلط ہونے کا ایک

یقینی ثبوت

بھی موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی وفات پر فرمایا۔ آپ ہرگز فوت نہیں ہوئے اور

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

۸۰

نہ ہی فوت ہو سکتے ہیں۔ جب تک کہ سارے منافقین اور کافروں کا صفایا نہ ہو جائے۔ پس یہ گواہی بتاتی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی منافقین موجود تھے۔ اسکا

ایک اور ثبوت

یہ ہے۔ کہ ایک صحابی کی روایت ہے۔ جب کوئی شخص فوت ہوتا۔ تو ہم یہ دیکھتے تھے۔ کہ حذیفہؓ اس کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہ شامل ہوتے۔ تو ہم بھی اس کا جنازہ پڑھ لیتے۔ اور اگر وہ شامل نہ ہوتے۔ تو ہم بھی نہ پڑھتے تھے۔ کیونکہ حذیفہؓ کو کافروں اور منافقوں کا علم حاصل کرنے کی ایک دھت تھی۔ اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے منافقوں کے نام بھی دریافت کر لیتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی منافق موجود تھے۔ لیکن ان کی وہ کثرت نظر نہیں آتی۔ جو ابتدائی زمانہ میں تھی۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ اس ترقی کے زمانہ میں ان

منافقین کی حالت میں تغیر

پیدا ہوگیا۔ اور سوائے شیعوں کے جو سب صحابہؓ کو ہی منافق سمجھتے ہیں۔ کوئی اور مسلمان کسی صحابی کو منافق قرار نہیں دیتا۔ اور احادیث کی صداقت کو پرکھنے میں اس کے راویوں کے متعلق ہرگز یہ سوال نہیں ہوتا۔ کہ فلاں صحابی منافق تھے یا مومن بلکہ صحابی ہونا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ترقی کے ساتھ سست لوگ بھی اپنی منافقت کو ترک کر کے پورے مومن بن جاتے ہیں۔ اگرچہ

بعد کے زمانہ میں

پھر منافق پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس وقت صرف ترقی ہی ترقی رہ گیا تھا۔ اور مشکلات بالکل نہ رہی تھیں۔ اور منافق یا تو سخت مشکلات کے زمانہ میں نکلتا ہے یا بالکل امن کے زمانہ میں۔ جب امن اور مشکلات دونوں ہوں۔ اس وقت منافق نہیں ہوا کرتے۔ پس احباب جماعت کو ترقی دینے کی کوشش کریں۔ شاید کہ اللہ کے فضل سے

جماعت کی ترقی کے ساتھ

وہ لوگ بھی جو مصائب برداشت نہیں کر سکتے درست ہو جائیں۔ اور اس طرح ہمیں دوہری ترقی نصیب ہو۔ یعنی بہت سے لوگ باہر سے آکر شامل ہوں۔ اور بعض اندر سے ہی ٹھیک ہو جائیں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اندر سے ترقی کر کے آگے آنیوالا بھی کچھ کم قابلِ قدر نہیں ہوتا۔ بلکہ باہر والے سے زیادہ قدر کے لائق ہوتا ہے۔ یہ بات

قطعاً غلط

ہے۔ کہ منافق کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جن کے متعلق ایک وقت مجھے حق الیقین تھا۔ وہ منافق ہیں لیکن آج ویسا ہی حق الیقین ہے۔ کہ وہ مومن ہیں۔ اور سچے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۹ دسمبر اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل فرمایا۔

پیشتر اس کے کہ میں آج کی تقریر کے لئے جو مضمون منتخب کیا ہے۔ اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں ایک دو باتیں اپنے مقررہ لیکچر کے علاوہ کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ کل ایڈیٹر صاحب فاروق کی طرف سے خواہش کی گئی تھی۔ کہ انکے اخبار کے متعلق سفارش کروں۔ تاکہ ان کا اخبار ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ خود اخراجات برداشت کر سکے۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔

اخبار فاروق

اپنے مضامین کے لحاظ سے جماعت میں بے ضرورت نہیں مجھے اکثر اس کے مضامین دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اور میں ہمیشہ اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ باوجود الفضل اور دوسرے اخبارات کے اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس میں ایسے مسائل پر بحث ہوتی ہے۔ جو الفضل اور ان دوسرے جرائد میں جو انجمن کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان میں اس رنگ میں بحث نہیں کی جا سکتی میرا یہ مطلب نہیں کہ فاروق نقائص سے پاک ہے۔ اور اس میں ترقی کی گنجائش نہیں۔ کئی ترقیوں کی ضرورت ہے۔ اور زیادہ اقسام کے مضامین شائع ہونے کی ضرورت ہے۔ مگر باوجود نقائص کے مفید اخبار ہے اور میں اس کی سفارش کرنے سے ہچکچاتا نہیں۔ پس میں

مومن ہیں۔ انہوں نے اپنی اصلاح کر لی۔ پس نئے سال کیلئے میں

جماعت کے سامنے پروگرام

رکھتا ہوں۔ کہ وہ اس سال میں اپنے رتبہ کا کم از کم ایک آدمی احمدی جماعت میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ جو اس سے زائد کریں گے۔ وہ زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے۔ مگر اس قدر تو ضرور ہونا چاہیئے۔ اور چونکہ یہ کام ساری جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اس میں خود کوشش کرنے کے ساتھ دوسروں کو بھی اس طرف متوجہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اور دوسروں سے پوچھتے رہنا چاہیئے۔ کہ تم نے اس کام کے لئے اپنا نام لکھوایا ہے یا نہیں۔ تا ہر ایک اس کام میں لگ جائے۔ اور ہر ایک خیر کا محرک اور

آسمانی فرشتوں کا نمائندہ

بن سکے۔ اور آئندہ سال میں جماعت نمایاں ترقی کر سکے۔

میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیں نیک ارادوں کی توفیق عطا فرمائے۔ اور پھر انہیں پورا کرنے کی بھی طاقت دے

دوستوں سے سفارش

کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ اس کی خریداری بڑھائیں۔

دوسری بات ایک کتاب کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جو مولوی محمد فضل صاحب چنگوی مرتب کر رہے ہیں۔ اُنہوں نے غالباً اس کتاب کے مضامین کے عنوان کی فہرست شائع کی ہے۔ جن دوستوں کی نظر سے وہ گذری ہوگی۔ انہوں نے اندازہ لگایا ہوگا۔ کہ یہ

ایک مفید اور ضروری کتاب

ہے۔ ان کی کوشش یہ ہے۔ کہ تمام اہم امور جن کا سلسلہ احمدیہ سے تعلق ہے۔ تین جلدوں میں شائع کریں۔ جو یا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں سے یا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی تحریروں سے یا میری تحریروں سے اخذ کئے گئے ہوں گویا یہ کتاب

احمدیت کی انسائکلوپیڈیا

ہوگی۔ میں نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جن باتوں کا جواب پہلی انہیں تحریروں میں نہ ملے۔ وہ میں لکھ دوں گا۔ تاکہ ان کی جو یہ خواہش ہے۔ کہ تمام امور کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفہ اوّلؓ یا میری تحریروں سے جمع کریں۔ وہ پوری ہو جائے۔

قادیان دار الامان

ریلوے والوں نے باوجود ہمارے اعتراض کے سٹیشن کا نام "قادیاں مُغلاں" رکھ دیا ہے۔ کیونکہ کاغذات مال میں یہ نام درج تھا۔ اس کا اعلان دیکھ کر ہمارے بعض احباب کرام نے خطوط پر بھی بجائے قادیان دار الامان کے قادیاں مغلاں لکھنا شروع کر دیا ہے۔ جو ٹھیک نہیں۔ واضح ہو کہ ڈاکخانہ قادیان شہر میں ہے۔ اور یہیں سے ڈاک سٹیشن کے احاطہ میں رہنے والوں کو بھی تقسیم ہونے کے لئے جاتی ہے۔ اِسلئے یہ نہ سمجھا جائے کہ مغلاں لکھنے سے خط جلد مل جائیگا۔ پس انہیں قادیان دار الامان ہی حسب دستور سابق لکھنا چاہیئے۔ بلکہ ہم تو چاہتے ہیں۔ کہ سٹیشن کا نام صرف "قادیان" ہو۔

پس سوائے اس ضرورت کے کہ کوئی بابو کسی ریلوے سٹیشن پر ٹکٹ دینے میں حجت بازی کرے تو اسے قادیان کے ساتھ مغلاں کا پتہ بتایا جائے ورنہ ہماری بول چال خط وکتابت اور تحریر میں کبھی قادیان کے ساتھ بجز دار الامان کے کوئی لفظ نہیں آنا چاہیئے۔

والسّلام (مکمل)

حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہندو لیڈروں سے اپیل

"کانگریس لاہور کے اجلاس شروع ہونے سے قبل حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہندو لیڈروں کو مخاطب کرکے بزبان انگریزی ایک اپیل شائع کی جس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

اب جبکہ انڈین نیشنل کانگرس کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہونے والا ہے۔ اور ہندوستان کے مستقبل کے متعلق اہم سیاسی امور پر مختلف اقوام کے لیڈر غور کرنے والے ہیں۔ میں بحیثیت ایک مخلص اور محب وطن شہری کے اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اپنے اور اپنی جماعت کے خیالات کا مختصراً اظہار کر دوں۔

یہ امر مسلّمہ ہے۔ کہ اس وقت نہایت نازک اور عملی سوال ملک کے سامنے

فرقہ وارانہ سوال

ہے جو آج تک حل نہیں ہو سکا۔ اور جب تک یہ سوال قابل اطمینان طریق پر حل نہیں ہوگا۔ ہندوستان میں حقیقی امن و امان کبھی قائم نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ہندوستان کے آئندہ نظام حکومت کے متعلق کوئی فیصلہ ہو سکیگا۔

ہندوؤں کی طرف سے مسلمان رہنماؤں پر اکثر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ وہ فرقہ وارانہ سوال پیدا کرتے اور سیاسی معاملات کو فرقہ پرستی کے اصول کے ماتحت دیکھنے کے عادی ہیں۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ یہ صحیح ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا وہ قوم جو

مایوس کن اقلیت

میں ہو۔ اس کے سوا بھی کچھ کر سکتی ہے۔ حفاظت خود انسان کا ایک طبعی خاصہ ہے۔ اور کوئی ہوشمند انسان اس جذبہ سے عاری نہیں ہو سکتا۔ اور جو حالت افراد کی ہوتی ہے۔ وہی اقوام کی بھی ہوتی ہے۔ یہ ہر قوم کا

پیدائشی حق

ہے۔ کہ وہ اپنی حفاظت کرے۔ اور اس لئے اگر ہندوستانی مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کا انتظام کرتے ہیں۔ تو ملک سے غداری کا الزام ان پر کسی طرح بھی عائد نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس ضمن میں ان کی کوششوں کو قومی سپرٹ کے منافی قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم اگر ہندو مسلمانوں پر ضرور فرقہ پرستی کا الزام لگانا چاہیں۔ تو خود ان کی اپنی ذہنیت ایسی ہے۔ کہ اسے فرقہ پرستی کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا جسے وہ قومی سپرٹ کے دلفریب نام کے نیچے چھپانا چاہتے ہیں۔ ہندو چونکہ اکثریت میں ہیں۔ اس لئے وہ جو امور بھی ملکی مفاد کی خاطر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بالواسطہ خود ان کی قوم کی ہی بھلائی ہے۔ اور اس لئے وہ اپنے ذاتی مفاد کو

قومیت کے پردہ میں

بآسانی چھپا سکتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمان ایسا نہیں کر سکتے۔ یا زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہندو قوم پرست ہو کر اور ایسے ذرائع اختیار کرکے بھی جو عام فلاح و بہبودی ملک سے تعلق رکھتے ہوں۔ اپنے جماعتی مفاد کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہے۔ اور اس طرح حقیقتاً فرقہ پرست ہوتے ہوئے باوجود وہ اپنے آپ کو قوم پرست کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر سکتا ہے لیکن ایک مسلم کے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ وہ واضح اور نمایاں طور پر فرقہ وارانہ سوال اٹھائے بغیر اپنے

جماعتی حقوق کا تحفظ

کر سکے۔ اندریں حالات ہندو لیڈروں کے لئے یہ نہایت ہی ناموزوں ہے۔ کہ وہ اپنے برادران وطن پر فرقہ پرستی کا الزام لگائیں۔ میں

ہندو رہنماؤں کی دیانتداری

پر حرف گیری نہیں کرنا چاہتا۔ ممکن ہے۔ وہ فریب خوردہ ہوں۔ یا انہوں نے کبھی اس بات پر غور ہی نہ کیا ہو۔ اور حقیقت کو بے نقاب ہونے کا موقعہ ہی بہم نہ پہنچایا ہو۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ کہ مسلمانوں پر بلاوجہ فرقہ پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے۔

ہندوؤں کو یہ امر کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ ملک میں غالب اکثریت ہونے کی وجہ سے یہ انکا اخلاقی فرض ہے کہ وہ

اقلیتوں کیلئے قربانی

کریں۔ اور اگر بفرض محال ہندو مسلمانوں کی خاطر کوئی قربانی بھی کرنا چاہیں۔ تو کم از کم ان کے حقوق انہیں دینے میں تو انہیں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ اس وقت مسلمان کمزور اور غیر منظم ہیں لیکن اتفاق اور طاقت ان کے اندر ضرور پیدا ہوگی۔ اور اس امر کے آثار ابھی سے نظر آرہے ہیں کہ ملکی انقلابات مسلمانوں میں ضرور ایسے لیڈر پیدا کر دیں گے۔ جو ان میں یکجہتی اور قوت پیدا کر سکیں۔ کسی قوم کے مستقبل کو فراموش کرکے اس کی موجودہ حالت پر ہی اس کا قیاس کر لینا

سیاست دانی کے خلاف

ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں کے مطالبات منظور کر لیں۔ تو ان کے اپنے حقوق کے لئے اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ مسلمانوں کو خواہ کتنے بھی حقوق حاصل ہو جائیں۔ وہ ہندوؤں کو ان کی اکثریت سے محروم نہیں کر سکتے۔ اور جب تک کہ ہندو اکثریت میں ہیں ان کے حقوق کلیۃً محفوظ ہیں۔

"پس میں تمام محبان وطن اور سنجیدہ مزاج ہندو لیڈروں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ

مسلمانوں کے مطالبات

منظور کر لیں۔ کیونکہ اسی میں ملک کی بہتری ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں کو ان کے واجبی حقوق نہ دینگے۔ تو وہ کبھی بھی حقیقی ملکی ترقی کے متمنی نہیں سمجھے جا سکتے۔ مسلمان نیشنل سپرٹ کا اس وقت تک ثبوت نہیں دے سکتے۔ جب تک کہ وہ ملک میں اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھیں۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انہیں ان کے حقوق جن کا

مختصر خاکہ

یہ ہے۔ دیئے جائیں

(۱) سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرکے ایک مستقل صوبہ بنا دیا جائے۔ جغرافیائی۔ تاریخی۔ زبانی۔ اور تمدنی حالات سندھ کی علیحدگی کے متقاضی ہیں۔

(۲) صوبہ سرحدی میں اصلاحات کا نفاذ کیا جائے۔

(۳) بنگال۔ پنجاب۔ سندھ۔ صوبہ سرحد میں مسلمانوں کو ان کی تعداد کے تناسب سے پورے پورے حقوق دیئے جائیں۔

(۴) صوبہ جات کو کامل خود اختیاری دی جائے۔ تاکہ کم از کم ان صوبوں میں جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے۔ ان کے حقوق محفوظ رہ سکیں۔

(۵) موجودہ جداگانہ انتخاب کا طریق برقرار رکھا جائے۔ تا مسلمانوں میں اپنے محفوظ ہونے کا احساس پیدا ہو سکے۔ اگر ضروری ہو تو اس سسٹم کو تبدیل کرکے نشستوں کی تخصیص کے ساتھ مخلوط انتخاب بھی اندازاً پندرہ سال کے بعد جاری کیا جاسکتا ہے۔ اور اس عرصہ میں امید ہے۔ کہ مسلمان اپنی کمی کسی حد تک پوری کر سکیں گے۔ اقوام کی تاریخ میں پندرہ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔

(۶) مسلمانوں کو ملازمتوں وغیرہ میں واجبی حقوق دیئے جائیں۔ اور ناقابلیت کے موہوم عذر کے ذریعہ ان کے واجبی حقوق کو دبانے کی کوشش نہیں کی جانی چاہئے۔ اس مطالبہ سے مسلمانوں کا یہ منشاء نہیں۔ کہ ناقابل آدمیوں کو ملازم رکھا جائے۔ بلکہ یہ کہ قابل اور لائق مسلمانوں کو ملازمتوں میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا پورا پورا موقعہ بہم پہونچایا جائے۔"

یہ ہیں مختصراً مسلمانوں کے مطالبات۔ اور وہ امید کرتے ہیں۔ کہ ملکی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے ہندو بھائی ان کو منظور کرنے میں تامل نہیں کریں گے۔ اور ایسا کرنے سے ان کی پوزیشن ہرگز کمزور نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ سوراج کے بہت زیادہ نزدیک ہو جائینگے جس کے حصول کی انہیں اور تمام محبان وطن کو دلی آرزو ہے۔

ہندو چونکہ تعداد۔ تعلیم اور دولت میں مسلمانوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لئے ملک کے اندر ان کی آواز بہرحال موثر ہوگی

جو مسلمانوں کا مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ وہ ملکی مفاد کی خاطر آئندہ مصائب کا اطمینان اور محفوظ ہونے کے احساس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ ہر اکثریت کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ نہ صرف اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ بلکہ انہیں ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کرے۔ مسلمان محب وطن اور اس کے استخلاص میں جدوجہد کے لحاظ سے برادران وطن سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں۔ لیکن اقلیت میں ہونے کی وجہ سے وہ ملک کے آئندہ نظام میں اپنی پوزیشن کے متعلق طبعاً متشوش ہیں۔ اگر ہندو رہنما اپنے اندر تھوڑی سی تبدیلی پیدا کر لیں۔ اور مسلمانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے انتظامات کر لینے دیں۔ تو عنقریب دونوں اقوام کے دل آپس میں متحد ہو جائیں۔ اور ہندوستان متمدن ممالک میں اپنی جگہ حاصل کر سکتا ہے۔

یسوع مسیح کی آمد کا مقصد

اناجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے لوگوں سے فرماتے ہیں:۔

"میں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں۔ اور اگر لگ چکی ہوتی۔ تو میں کیا ہی خوش ہوتا"

"کیا تم گمان کرتے ہو۔ کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ نہیں۔ بلکہ جُدائی کرانے۔ کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین۔ اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا۔ اور بیٹا باپ سے ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہو سے اور بہو ساس سے"

(لوقا ۱۲/ ۴۹ تا ۵۳)

مگر تعجب ہے۔ باوجود ایسا صاف ارشاد موجود ہونے کے پھر بھی عیسائی اخبار "نور افشاں" لکھتا ہے:۔

"سیدنا مسیح کی آمد کے مقاصد میں سے اولین مقصد یہ تھا کہ آپ نوعِ انسانی کے منتشر افراد کو رشتۂ اخوت میں وابستہ کرکے زمین پر انسانی اخوت اور آسمان پر الٰہی ابوت قائم کریں"

(۲۲- نومبر ۱۹۲۹ء)

سمجھ میں نہیں آتا۔ اب ہم "نور افشاں" کے بے دلیل قول کی تصدیق کریں۔ یا مسیح کے فرمودہ کو سچا مانیں۔ بہر صورت ہمیں مسیح کے قول کو ترجیح دینی پڑے گی۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے موقعہ پر بھی لوگوں سے فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی میرے پاس آئے۔ اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا" (لوقا ۱۴/ ۲۶)

گویا مسیح کا سچا شاگرد صرف وہی کہلانے کا حقدار ہے جو اپنے باپ اور اپنی ماں سے اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں سے اور اپنے بھائیوں اور اپنی بہنوں سے دشمنی اور عداوت رکھے۔ اور ان کی محبت کا نام تک نہ لے۔ پس جب مسیح کا شاگرد بننے کی یہ پہلی شرط ٹھیری۔ تو "نور افشاں" کا یہ کہنا۔ کہ

"مسیح کی آمد کے مقاصد میں سے اولین مقصد یہ تھا۔ کہ آپ نوعِ انسانی کے منتشر افراد کو رشتۂ اخوت میں وابستہ کرکے زمین پر انسانی اخوت اور آسمان پر الٰہی ابوت قائم کریں" کس طرح صحیح مانا جا سکتا ہے۔

دراصل اناجیل سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ مسیح نوعِ انسانی کے منتشر افراد کو رشتۂ اخوت میں وابستہ کرنے نہیں۔ بلکہ انہیں جُدا کرنے اور اس مقدس رشتہ کو تار تار کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ مسیح کے ایک شاگرد کا باپ وفات پا گیا

تب اُس نے عرض کیا:۔

"اے خداوند مجھے اجازت دے۔ کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں" مگر

"یسوع نے اُس سے کہا۔ تو میرے پیچھے چل۔ اور مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے" (متی ۸/ ۲۲)

اب ایک شخص کا باپ فوت ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے باپ کی آخری خدمت یعنی اسے دفن کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ مگر یسوع اُسے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ دنیا میں محبت اور پیار کی تعلیم لے کر آئے تھے۔

اسی طرح ایک اور شخص کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس نے کہا:۔

"اے خداوند میں تیرے پیچھے چلونگا۔ لیکن پہلے مجھے اجازت دے۔ کہ اپنے گھر کے لوگوں سے رخصت ہو آؤں۔ یسوع نے اس سے کہا۔ کہ جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے۔ وہ خدا کی بادشاہت کے لائق نہیں (لوقا ۹/ ۶۲)

پس "نور افشاں" کا یہ بے دلیل دعوےٰ ہرگز قابل قبول نہیں۔ بے شک مسیح دنیا میں مبعوث ہوئے۔ مگر بائبل کے رو سے اخوت انسانی قائم کرنے کیلئے نہیں۔ بلکہ جدائی ڈالنے۔ اور نوعِ انسانی کے متحد افراد کو منتشر کرنے کے لئے۔ مگر ہاں اسلام ضرور اسی مقصد کے لئے آیا ہے۔ اُس کا مبارک نام اس کے بابرکت کام پر شاہد ہے۔ ؎

کب تک کروگے دوستو تم جھوٹ سے پیار
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

خاکسار محمد یعقوب مولوی فاضل قادیان۔

ہم خرما و ہم ثواب

ہماری جماعت کا جائز طور پر یہ دعوےٰ ہے۔ کہ ہم ایک منظم جماعت ہیں۔ ہمیں خُدا نے ایک ایسا واجب الاطاعت امام دیا ہے۔ جو دن رات ہماری بہتری کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اور ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ آج دنیا میں کسی جگہ بھی کوئی ایسا مبارک وجود نہیں پایا جاتا۔ جو ہمارے امام کی طرح اپنی جماعت کی ہر قسم کی ترقی کا خواہاں رہتا ہو۔ مگر افسوس ہے ابھی تک بعض لوگ عملی رنگ میں اس بابرکت انتظام سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ بہت سے کام ہیں۔ جو دوست متفرق طور پر اپنی انفرادی ضرورت اور پسند کے مطابق کرتے ہیں لیکن اگر وہی کام ایک اجتماعی رنگ میں کئے جائیں۔ تو نہ صرف ان کی ذات اور ان کے خاندان کے لئے مفید ہوں۔ بلکہ جماعت کے لئے بھی مفید ہو جائیں۔ مثلاً بچوں کی تعلیم کے سوال پر اگر غور کیا جائے۔ تو ہر شخص اپنے بچہ کو اپنی طبیعت کے مطابق تعلیم دلاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔ جس طرح وہ چاہے۔ کرے۔ لیکن اگر وہ ایسے امور کا فیصلہ کرتے وقت نظارت تعلیم و تربیت سے بھی مشورہ کر لیا کرے۔ تو بہت ممکن ہے۔ کہ بغیر کسی مزید بار اور تکلیف کے وہ سلسلہ کی بھی (جس کا فائدہ دراصل افراد جماعت کا ہی فائدہ ہے) مفید خدمت سرانجام دے سکے۔

جیسا کہ میں اعلان کر چکا ہوں۔ نظارت ہذا اس کوشش میں ہے کہ علمی رنگ میں بعض ایسے اصول دریافت کئے جائیں۔ جن سے ایک بچہ کی ذہنی قابلیت اور طبیعت کے رجحان کا پتہ لگ جائے۔ اور اس کی تعلیم اس کے مطابق کرائی جائے۔ اس کے علاوہ سلسلہ کی ضروریات اور فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ یہ اعلان کیا جائے۔ کہ تمام ایسے دوست جو اپنے بچوں کو اعلےٰ تعلیم دلانے کے خواہشمند ہیں۔ اور اس کے جملہ اخراجات خود برداشت کر سکتے ہیں نظارت تعلیم و تربیت کو اپنے ارادے سے ابھی سے اطلاع دیں تا انہیں سلسلہ کی ضروریات اور فوائد کے ماتحت مناسب اور ضروری مشورہ دیا جا سکے۔ موجودہ صورت میں ذی ثروت احباب اپنے بچوں کو مثلاً ولایت بھیجکر اپنے طور پر جو چاہیں۔ تعلیم دلاتے ہیں۔ حالانکہ بہت ممکن ہے۔ کہ اس طرح ایک ہی کام کے لئے کئی آدمی تیار ہو جائیں۔ اور بعض دوسرے کام جو نہایت ہی مفید اور ضروری ہوں یونہی رہ جائیں۔

پس اگر تمام حالات پر غور کرکے مناسب رنگ میں ایک تقسیم عمل کر دی جائے۔ تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ انفرادی لحاظ سے کسی طالب علم کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوگا۔ اور جس طرح وہ خود اپنے خرچ پر اعلےٰ تعلیم حاصل کرکے اعلےٰ ملازمت تلاش کر سکتا ہے۔ اسی طرح اب بھی ہوگا۔ فرق صرف یہ ہو جائیگا کہ اُن کے ذاتی مفاد کے ساتھ ساتھ ملت کا بھی فائدہ ہو جایا جائے گا۔ اور اخلاقی رنگ میں ایک طرح جماعت کا مشترکہ فرض بھی ہو گا۔ م کہ ایسا شخص اپنے کام میں کامیاب ہو جائے۔ گویا ساری جماعت اس کی پشت پر ہوگی۔ کیونکہ وہ ساری جماعت کی مجموعی ضروریات کو پورا کرنے والا ہوگا۔ اور اس طرح وہ جماعت کی دعاؤں کا بھی خاص طور پر مستحق ہوگا۔ اور دنیا کے ساتھ اسے دینی ثواب بھی مفت مل جائے گا۔

پس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے منشاء کے ماتحت تمام ایسے ذی استطاعت احباب سے جو اپنے بچوں کو اعلےٰ تعلیم دلا کر اعلےٰ عہدوں پر ممتاز کرانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ امید کرتا ہوں۔ کہ وہ نظارت ہذا کو اپنے اس ارادہ سے ضرور اطلاع دینگے۔ اور ابھی سے اس کے متعلق نظارت ہذا سے مشورہ لینا شروع کر دیں گے۔ جس قدر جلد اس طرف توجہ کی جائیگی اسی قدر زیادہ فائدہ ہوگا۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اعتراضات کے جواب

ابو العطاء مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل نے سالانہ جلسہ پر ۲۷ر دسمبر حسب ذیل تقریر فرمائی

مشرق سے آفتاب صداقت

دنیا تاریک تھی۔ مذہب کا محض نام تھا۔ عملی حالتیں بگڑ چکی تھیں قومیں نہایت بے تابی شب بے قراری سے اپنے منجی، نجات دہندہ کے لئے چشم براہ تھیں۔ کہ مشرق سے آفتاب صداقت کا طلوع ہوا۔ اس نے سوتی دنیا کو بیدار اور اس ظلمت کدہ کو بقعۂ نور بناتے ہوئے کہا قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب۔ وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار زمانہ اس کا مقتضی تھا۔ اور اہل ادیان اس "موعود اقوام" کے منتظر تھے۔ کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جس میں وہ پیدا ہوا۔ وہ مرد خدا اسی گاؤں میں پیدا ہوا۔ اس کی قلم سیف بتار تھی۔ اور اس کی زبان مقناطیسی قوت رکھتی تھی۔ اس کے دشمن بھی اس کے دلائل کا لوہا مانتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت عجیب رنگ میں اس کے شامل حال تھی۔ زمین نے اس کے لئے گواہی دی۔ آسمان اس کی صداقت پر شاہد بنا۔ سورج۔ چاند۔ دریا نے اس کی شہادت ادا کی۔ پھر اس کے اپنے کارنامے۔ قوت قدسیہ اس کی سچائی پر محکم دلیل تھی۔ غرض ذرہ ذرہ اس کی صداقت کا گواہ بنا۔ مگر افسوس ان بندوں پر جنہوں نے اس کی مخالفت کی۔ اور اس کے رستہ میں حائل ہوئے

مخالفت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے خلاف دنیا کے سب طبقے امراء، غرباء، حاکم محکوم، تاجر پیشہ ور، صوفی، عالم، فقیر، گدی نشین اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سب نے آپ کے مشن کو مٹانے کے لئے تا بحد امکان جد و جہد کی۔ اور اس کامیابی میں علماء معترض ہوئے۔ مگر ان کی سب کوششیں رائگان گئیں۔ اور خدا کا وہ مقدس نہایت کامیابی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا۔

مخالفین کے اعتراضات

اہل دنیا نے اس پر اعتراض کئے۔ اور ضرور تھا۔ کہ ایسا ہوتا۔ تا سنت الٰہیہ پوری ہوتی حضور نے فرمایا ہے:۔

"جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لاکر محجوب و مستور کر دیتا ہے۔ تا اجنبی لوگوں کی ان پر نظر نہ پڑ سکے۔ اور تا وہ خدا کی غیرت کی چادر کے نیچے پوشیدہ رہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسے کامل انسان پر جو سراسر نور مجسم ہیں۔ اندھے پادریوں اور نادان فلسفیوں اور جاہل آریوں نے اس قدر اعتراض کئے ہیں کہ اگر وہ سب اکٹھے کئے جائیں۔ تو تین ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں پھر کسی دوسرے کو کب امید ہے۔ کہ مخالفوں کے اعتراض سے بچ سکے۔ اگر خدا چاہتا۔ تو ایسا ظہور میں نہ آتا۔ مگر خدا نے یہی چاہا۔ کہ اس کے خاص بندے دنیا کے فرزندوں کے ہاتھ سے دکھ دیئے جائیں۔ اور ستائے جائیں۔ اور ان کے حق میں طرح طرح کی باتیں کہی جائیں۔" (چشمۂ معرفت صد ۳۲)

اعتراضات میں تبدیلی

لٹریچر بتاتا ہے۔ کہ اعتراض بدلتے گئے ہیں۔ اول اول تو لوگوں نے حیات مسیحؑ کا اعتراض سب سے بڑا قرار دیا۔ مگر جب اس کا جواب دیا گیا۔ تو آج یہ حالت ہے۔ کہ بڑے بڑے مولوی بھی اس مسئلہ پر بحث کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ پھر لوگوں نے ختم نبوت کے متعلق اعتراض کیا۔ مگر وہ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد پھیکا پڑ گیا۔ آخر پیشگوئیوں اور الہامات کے متعلق سلسلہ شروع ہوا۔ اور ابھی تک بسا اوقات ان کے متعلق سننے میں آتا ہے۔ آج کا مضمون نہایت وسیع ہے۔ مگر مختصر کر کے چند باتیں بیان کرونگا۔

حضور نے بکثرت پیشگوئیاں شائع کیں۔ جو آپ کی ذات اہلبیت۔ اولاد۔ اپنے خاندان۔ اور اپنی قوم۔ بلکہ ساری دنیا کے لوگوں سے متعلق تھیں۔ پھر وہ آپکے گھر کی چار دیواری۔ آپ کے گاؤں۔ صوبہ۔ ملک۔ اور دنیا کے ممالک کے متعلق۔ رعایا کے متعلق بادشاہتوں کے متعلق۔ امن۔ جنگ۔ وباؤں۔ زمین۔ آسمان کے متعلق۔ اپنی جماعت کے متعلق۔ اپنے دشمنوں کے متعلق تھیں۔

ان سب کی غرض و غایت زندہ خدا کا روشن چہرہ دکھانا تھا۔ سو ایسا ہی واقع ہوا۔ آپ پر بھی اعتراض ہوئے۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ یاحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن۔

اعتراضات کی اقسام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان دنوں عام طور پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل پیشگوئیوں پر۔ دوم الہامات پر۔ اور سوم متفرق۔ پیشگوئیوں کے متعلق بہت سے اصول قرآن نے بیان کئے ہیں جن میں سے چند ایک کا اس وقت ذکر کرتا ہوں:۔

(۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ رسلاً مبشرین و منذرین۔ اور وما نرسل بالآیات الا تخویفاً۔ یعنی پیشگوئیاں اپنے اندر تبشیر اور انذار کا پہلو رکھتی ہیں کچھ بشارت پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور کچھ ڈرانے کے لئے۔

انذاری پیشگوئیاں

اب سوال یہ ہے۔ کہ جو پیشگوئیاں ڈرانے کے لئے ہوتی ہیں کیا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ دنیا کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ عقل کہتی ہے۔ نہیں۔ خدا کے بندے اس کی مخلوق ہیں۔ اور وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ ان پیشگوئیوں سے ہلاکت مقصود نہیں ہوتی بلکہ لوگوں میں رجوع الی اللہ۔ انابت اور توبہ کا مادہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ ان میں ایک پہلو غیب کا بھی ہو۔ ایمان کا درجہ بالغیب ہے۔ اس لئے نشانات میں بھی اس پہلو کا غالب ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جس پیشگوئی کے اندر غیب کا پہلو نہ ہو۔ وہ اپنے مقصد کو پورا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان نشأ ننزل علیھم من السماء آیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین۔ یعنی اگر ہم چاہیں۔ تو ایسے نشانات دکھا سکتے ہیں۔ کہ کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔ مگر چونکہ ہم نے ایمان پر جزا مرتب کرنی ہے۔ اس لئے غیب کا پردہ ضروری ہے

(۲) پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور نشانات کا ماننا بھی ایمان والوں کا کام ہے۔ مکذبوں نے آج تک کبھی نہیں کہا۔ کہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئی ہیں۔ بلکہ سب مخالف بالاتفاق یہی کہتے رہے ہیں۔ کہ کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ یا ھود ما جئتنا ببینۃ۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتاب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک۔ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ گویا ہر نبی کے منکر اس کی پیشگوئیوں اور اسکے نشانات کو سراسر غلط قرار دیتے رہے ہیں

انذاری پیشگوئیوں میں تخلف

(۳) انذاری پیشگوئی میں تخلف جائز ہے۔ کیونکہ عذاب کی غرض ہی رجوع کرانا ہوتی ہے جیسے فرمایا۔ فاخذناھم بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون۔ اور واخذناھم بالعذاب لعلھم یرجعون۔ اور جب یہ غرض پوری ہو جائے۔ تو ظاہری طور پر پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں رہتا۔ چنانچہ ائمہ سلف کے نزدیک بھی یہ اصل مسلم ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی جلد ۲ صد ۱۵۵ پر لکھا ہے۔

والاصل فی ھذا علی ما قال الواحدی ان اللہ عز و جل یجوز ان یخلف الوعید وان امتنع ان یخلف الوعد و بھذا وردت السنۃ ففی حدیث انس رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من وعدہ اللہ تعالےٰ علی عملہ ثواباً فھو منجزہ لہ ومن اوعدہ علی عملہ عقاباً فھو بالخیار ومن ادعیۃ الائمۃ الصادقین رضی اللہ تعالےٰ عنھم یا من اذا وعد وفا واذا توعد عفا وقد افتخرت العرب بخلف الوعید وما تعدہ نقصا کما یدل علیہ قولہ ؎

وانی اذا اوعدتہ او وعدتہ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

پھر لکھا ہے۔

الخلف فی الوعید جائز دون الموعد (مسلم الثبوت صد ۲۲)

اسی کے مطابق حضرت یونس کا واقعہ ہے۔ جسے تمام مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے پیشگوئی کی۔ کہ عنقریب چالیس دن میں

قوم پر عذاب آئیگا۔ بلکہ فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے۔ کہ اس وعدہ کو انہوں نے مؤکد بحلف کیا۔ لیکن عذاب نہ آیا جس پر حضرت یونس ناراض ہو کر چلے گئے چنانچہ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ پر ہے:۔

ذھب عن قومہ مغاضبا لربہ لما کشف عنھم العذاب بعد ما اوعدھم وکرہ ان یکون بین اظھر قوم جربوا علیہ الخلف فیما وعدھم واستحیا منھم ولم یعلم السبب الذی دفع العذاب عنھم بہ فکان غضبہ انفۃ من ظھور خلف وعدہ وانہ یسمی کذابا

(۴) وعیدی پیشگوئیاں اگرچہ بظاہر مطلق ہوں۔ مگر وہ بہر صورت مقید بالشرط ہوتی ہیں۔ اور شرط یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ چاہے۔ تو معاف بھی کر سکتا ہے۔ بعض دفعہ اس شرط کو اس لئے حذف کر دیا جاتا ہے۔ کہ تا لوگ ڈریں۔ اور نصیحت پکڑیں۔ روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۴۹ پر لکھا ہے۔

وآیات الوعید وان وردت مطلقۃ ولکنھا مقیدۃ حذف قیدھا لمزید التخویف۔ والفرق بین الوعد والوعید ظھر من ان یذکر۔

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ارشاد ہے۔

"حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسی پیشگوئیاں جو خدا کے رسول کرتے ہیں۔ جن میں کسی کی موت یا ابتلا کی خبر ہوتی ہے۔ وہ وعید کی پیشگوئیاں کہلاتی ہیں۔ اور سنت اللہ یہ ہے کہ خواہ ان میں کوئی شرط ہو یا نہ ہو وہ توبہ استغفار سے ٹل سکتی ہیں۔ یا ان میں تاخیر ڈال دی جاتی ہے"

(ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۲۵)

پس قرآن کریم، احادیث، ائمہ سلف، اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصدقہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اب میں اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

محمدی بیگم کے متعلق پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض رشتہ دار خدا تعالےٰ سے استہزا اور حضور سے نشان کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ان کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ لوگ جو مجھ کو میرے دعوے الہام میں مکار اور دروغگو خیال کرتے تھے۔ اور اسلام اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے۔ اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے ۔۔۔ ہمیں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ سب ضرورتوں کو خدا تعالےٰ نے پورا کر دیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی۔ اور ان میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ پس یہ رشتہ جس کی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے۔ تا خدا تعالےٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے۔ اگر قبول کریں۔ تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے۔ اور ان بلاؤں کو دفعہ کر دے۔ جو نزدیک چلی آتی ہیں۔ لیکن اگر وہ رد کریں۔ تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کر دے۔" (تتمہ اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

اس میں حضور نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے دو حصے ہیں۔ اگر قبول کریں گے۔ تو نیک اثرات ظاہر ہونگے۔ اور اگر رد کر دینگے تو اور۔ رد کرنے کی صورت میں جو عذاب ان کے لئے مقدر ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ان المھمنی ربی وقال سأریھم اٰیۃ من انفسھم واخبرنی وقال اننی سأجعل بنتا من بناتھم اٰیۃ لھم فسماھا وقال انھا سیجعل ثیبۃ ویموت بعلھا وابوھا الی ثلاث سنۃ من یوم النکاح ثم نردھا الیک بعد موتھما ولا یکون احدھما من العاصمین۔" (کرامات الصادقین آخری ٹائٹل)

گویا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت کے بعد نکاح والا حصہ مقدر تھا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے۔ کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا۔ تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔ اور وہ جو نکاح کرے گا۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

گویا اس پیشگوئی کی تین بڑی جزئیں ہیں۔ (۱) احمد بیگ کی موت (۲) داماد احمد بیگ کی موت (۳) نکاح۔ یہ تین حصے تو لوی ثناء اللہ صاحب ایسے معاند کو بھی مسلم ہیں۔ لکھا ہے:۔

"ان میں سے مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت اور اس کی لڑکی کے نکاح والی پیشگوئی مسلمانوں سے خاص تعلق رکھتی ہے۔" (نکاح مرزا صفحہ ۳)

اس پیشگوئی میں پہلے مرزا احمد بیگ کی موت ہے۔ اس کے بعد اس کے داماد کی۔ اور نکاح ان دونوں کے بعد ہے۔ اس لئے جب تک احمد بیگ اور اس کا داماد موت کا شکار نہ ہو لیں۔ تب تک نکاح کے متعلق کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر دونوں مر جاتے۔ اور پھر نکاح نہ ہوتا۔ تو قابل اعتراض تھا۔ مگر اب جبکہ ابھی سلطان محمد نہیں مرا تھا۔ نکاح کے متعلق اعتراض سراسر غلط ہے۔ پس اب سوال یہ ہے۔ کہ جب پیشگوئی اپنے ظہور کے لحاظ سے یہ نوعیت رکھتی ہے۔ کہ نکاح کے چھ ماہ بعد ہی احمد بیگ مر گیا۔ تو اس کی یہی جز تو دنیا کی نظروں میں بھی قابل اعتراض نہیں اور پیشگوئی کا یہ حصہ تو پورا ہو گیا۔ اب اس کا دوسرا حصہ پورا ہونے کے بعد یعنی سلطان محمد کی وفات کے بعد اگر نکاح نہ ہو۔ تو البتہ قابل اعتراض بات ہو سکتی ہے۔ لیکن جس صورت میں اس کی موت واقعہ نہیں ہوئی۔ تیسرے حصہ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

وعیدی پیشگوئی کا ٹلنا

پس اس پیشگوئی پر یہ اعتراض سراسر غلط ہے۔ کہ نکاح کیوں نہیں ہوا۔

ہاں اس پر یہ اعتراض ہو سکتا تھا کہ سلطان محمد پر موت کیوں نہ وارد ہوئی۔ اس سوال کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا زبردست دیا ہے۔ کہ جس کے متعلق مخالفین کو کچھ کہنے کی طاقت نہیں۔ جیسا کہ میں ابھی ذکر کیا ہے۔ وعیدی پیشگوئی کی غرض پوری ہو جائے۔ تو ظاہرًا اس کا پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ بعض مخالف کہہ دیتے ہیں۔ کہ مان لیا۔ سلطان محمد ڈر گیا۔ لیکن ہم تو جب قائل ہوتے۔ اگر وہ ایمان لے آتا سو انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کسی قوم کے ڈرنے کے لئے اس کا حقیقی ایمان لانا ضروری نہیں ہوتا فرعونیوں کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی تباہی کا پیغام دیا۔ لیکن ان کے صرف یہ کہنے سے۔ کہ یا ایھا الساحر ادع لنا ربک۔ خدا تعالےٰ نے ان کا عذاب ٹال دیا۔ اور ایک بار نہیں آٹھ بار صرف ان کے اونٹے رجوع پر ان سے عذاب ٹلا دیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ یہ قوم نہیں مانے گی۔ دوسرا واقعہ سورہ دخان میں مذکور ہے۔ کہ کفار عذاب دور کرنے کے لئے دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالےٰ فرمائیگا کہ مجھے خوب معلوم ہے۔ کہ تم پھر شرارتیں کرو گے۔ اور تمہارا ایمان کوئی ایمان نہیں۔ لیکن چونکہ تم زبان سے کہتے ہو۔ اس لئے ہم عذاب ٹال دیتے ہیں۔ فرمایا انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون۔ گویا اللہ تعالیٰ ادنےٰ رجوع سے بھی عذاب ٹال دیا کرتا ہے۔ کیونکہ اس کی غرض ہی رجوع الی اللہ پیدا کرنا ہوتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا۔ کہ عذاب ٹلنے کے لئے ضروری نہیں کہ سچی توبہ کر کے ایمان لے آئے۔ صرف رجوع الی الحق بھی کافی ہوتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"احمد بیگ کی وفات اس کے داماد اور تمام عزیزوں کے لئے سخت ہم وغم کا موجب ہوئی۔ چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خطوط اور پیغام آئے۔" (اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ)

لیکن بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ اس نے خط لکھے۔ اور اس کے دل میں رجوع پیدا ہو۔ سو اس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے:۔

(۱) "فیصلہ تو آسان ہے۔ احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے۔ پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالےٰ مقرر کرے۔ اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے۔ تو میں جھوٹا ہوں۔ ورنہ اے نادانوں صادقوں کو جھوٹا مت ٹھیراؤ۔"

(۲) "ضرور ہے۔ کہ یہ وعید کی موت اس سے تھمی رہے۔ جب تک وہ گھڑی آ جائے۔ کہ اس کو بے باک کر دے۔ سو اگر جلدی کرنا ہے۔ تو اٹھو اور اس کو بے باک اور مکذب بناؤ۔ اور اس سے اشتہار دلاؤ۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔"

پس یہ لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین کے ہاتھ میں ایک ہتھیار دیدیا۔ اگر وہ طاقت رکھتے۔ تو اسے ضرور استعمال کرتے۔ عیسائیوں آریوں غیر احمدیوں نے بہت کوشش کی لیکن اسے اشتہار دینے پر آمادہ نہ کر سکے جس سے ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ لہذا اس پیشگوئی میں جس حصہ کو قابل اعتراض کہا جا سکتا تھا۔ اس پر از روئے منہاج نبوت کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ بلکہ یہ پیشگوئی اپنی سچائی میں ایک زبردست اور بین ثبوت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا مسیح موعود سچا تھا۔

پیشگوئی کی غرض

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ اس پیشگوئی کا مقصد کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

قال الله انی رأیت عصیانهم وطغیانهم فسوف اضربهم بانواع الآفات ابیدهم من تحت السموات وستنظرون ما افعل بهم وکنا علی کل شیء قادرین۔ انی اجعل نساءهم ارامل وابناءهم یتامی وبیوتهم خربة لیذوقوا طعم ما قالوا وما کسبوا ولکن لا اهلکهم دفعة واحدة بل قلیلاً قلیلاً لعلهم یرجعون ویکونون من التوابین۔ ان لعنتی نازلة علیهم وعلی جدران بیوتهم وعلی صغیرهم وکبیرهم ونساءهم ورجالهم ونزیلهم الذی دخل ابوابهم وکلهم کانوا ملعونین۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وقطعوا العلق منهم وبعدوا من مجالسهم فاولئک من المرحومین۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۹)

یعنے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ میں نے ان رشتہ داروں کی سرکشی کو دیکھا۔ اسلیئے میں ان کو مختلف آفات میں مبتلا کروں گا اور ان کو آسمان کے نیچے سے تباہ کر دوں گا۔ میں ان کی عورتوں کو بیوہ اور ان کے لڑکوں کو یتیم اور ان کے گھروں کو ویران کر دوں گا۔ لیکن میں ان کو یک دم ہلاک نہ کروں گا۔ بلکہ آہستہ آہستہ تاکہ وہ رجوع کریں۔ اور توبہ اختیار کریں۔ ان پر اور ان کے گھروں پر میری لعنت نازل ہوگی۔ ہاں ان میں جو لوگ ایمان لائیں۔ اور اعمال صالحہ بجا لائیں۔ اور ان سے الگ ہو جائیں وہ بچائے جائیں گے۔“

فرمایا یہ باتیں ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔ لیکن کیا خدا انہیں تباہ کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ نہیں بلکہ وہ فرماتا ہے۔ کہ میں انہیں آہستہ آہستہ تباہ کروں گا۔ تا وہ رجوع کر سکیں پس اس سے ثابت ہے کہ پیشگوئی کا مقصد یہ ہے۔ کہ ان میں انابت اور رجوع پیدا ہو۔ جب یہ مقصد پورا ہو گیا۔ تو یہ کہنا کہ یہ نہ ہوا وہ نہ ہوا سراسر فضول ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے یموت ویبقی منہ کلاب متعددة یعنے ایک شخص مرے گا۔ اور اس کے پیچھے بہت سے کتے بھونکنے والے ہوں گے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ احمد بیگ مر گیا۔ گویا الہام الٰہی میں انجام کے لحاظ سے ایک ہی کی موت کا ذکر تھا۔ سو وہ واقع ہو گئی۔ اور اس کے بعد بھونکنے والے لوگ باقی رہ گئے۔ پس الہام میں جو بات صراحت سے بیان ہوئی وہ پوری ہو گئی۔

دو اعتراض اور انکے جواب

مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مولوی بالعموم یہ کہا کرتے ہیں کہ تتمہ حقیقۃ الوحی میں حضرت مرزا صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے کہ نکاح یا فسخ ہو گیا۔ یا تاخیر میں پڑ گیا۔ یہ دورنگی ہے۔ دونوں پہلو مدنظر رکھے ہیں۔

لیکن در اصل یہ ایک مغالطہ ہے جو ناواقف لوگوں کو دیا جاتا ہے چونکہ احمد بیگ کے داماد کی موت کے عدم وقوع پر حضرت اقدس نے چیلنج کیا تھا۔ اور مخالفین کو غیرت دلائی تھی۔ کہ اس سے تکذیب کا اشتہار دلاؤ۔ پھر جو میعاد خدا تعالےٰ مقرر کرے۔ اس سے اس کی موت ہرگز تجاوز نہیں کر سکتی۔ گویا اس چیلنج کے دو نتیجے ممکن تھے۔ یا وہ اشتہار دیتا یا نہ دیتا۔ اگر وہ اشتہار تکذیب دیتا۔ تو اس کی موت یقینی تھی۔ اور اندریں صورت اس لڑکی کا حضرت کے نکاح میں ”زوجناکھا“ کے مطابق آنا ضروری تھا۔ لیکن اگر وہ اشتہار نہ دیتا۔ تو اس کا بچ رہنا اور عورت کا نکاح میں نہ آنا ضروری تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دونوں صورتیں ممکن تھیں۔ اس لئے حضور نے فسخ اور تاخیر کا ذکر فرمایا۔ بالفاظ دیگر اگر سلطان محمد تکذیب کا اشتہار دے۔ تو تاخیر کا پہلو پورا ہوگا۔ اور اگر اشتہار نہ دے۔ تو فسخ والی بات ظہور پذیر ہوگی۔ یہ اس وقت تک تھا۔ جب تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر یہ نہ کھول دیا۔ کہ آیا وہ تکذیب کا اشتہار دیگا یا نہیں۔ لیکن جب اللہ تعالےٰ نے بتا دیا۔ کہ وہ تکذیب کا اشتہار نہیں دیگا۔ تو آپ نے ۱۹۰۸ء کے ابتدا میں صاف لفظوں میں فرمایا کہ

”توبی توبی۔ فان البلاء علی عقبک آگیا ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل جائیں گی۔ اور احمد بیگ کی موت سے جو خوف ان پر چھا گیا۔ اس نے پیشگوئی کے ایک حصہ کو ٹال دیا۔ (بدر ۲ صفحہ ۱۹۰۸ء)

پس یہ فسخ اور تاخیر کے الفاظ کسی ”دورنگی“ کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے ہیں۔ اور جب کوئی شرطی بات ہو۔ تو وہاں پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک وغیرہ میں ایسا ہی آیا ہے۔ کیا غیر احمدی اس کو بھی دورنگی کہیں گے؟

(۲) پیشگوئی میں احمد بیگ کی موت کا عرصہ تین سال اور اس کے داماد کا اڑھائی سال مذکور تھا۔ ترتیب طبعی کے لحاظ سے پہلے داماد کو مرنا چاہیئے تھا (نعوذ باللہ) خدا تعالےٰ نے غلطی کی۔ جو پہلے احمد بیگ کو مار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ اگرچہ احمد بیگ کی موت کا انتہائی زمانہ تین سال فرمایا ہے۔ مگر اس کی بے دینی۔ ملحدانہ روش اور پھر استہزاء کا تقاضا تھا۔ کہ اس کو جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا زمانہ ہلاکت بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔

”تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔“ (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

پس اس کا جلد مر جانا خود پیشگوئی کا حصہ ہے۔ نہ کہ قابل اعتراض۔ غرض یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔ اور اس پر اعتراض کرنا حقیقت کو چھپانا اور منہاج نبوت کی تغلیط کرنا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ایمان

دوسری پیشگوئی جس پر بہت شدومد سے اعتراض کیا جاتا ہے۔ وہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے ایمان لانے کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعجاز احمدی کے اشعار میں اس کے ایمان لانے کا ذکر کر کے فرمایا ہے۔ ”رأیت و من امر القضاء اتعجب“۔ کہ میں نے رؤیا میں ایسا دیکھا ہے اور خود مجھے اس پر تعجب ہے۔ گویا اعجاز احمدی کے اشعار میں اصل رؤیا اور الہام کو اپنے الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ رؤیا اور الہام اور الہام کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

(الف) اب کشتی اس کی ایسے گرداب میں ہے۔ جس سے جانبر ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے۔ و انی رأیت ان ھذا الرجل یؤمن بایمانی قبل موتہ و اثبت انہ قد ترک قول التکفیر وھذہ رؤیای و ارجو ان یجعلھا ربی حقا (۴ر مئی ۱۹۰۲ء کا اشتہار بعنوان شیخ محمد حسین بٹالوی کے متعلق ایک پیشگوئی)

(ب) ”اس الہام میں خدا تعالےٰ نے استفتاء لکھنے والے (محمد حسین بٹالوی) کا نام فرعون رکھا۔ اور فتویٰ دینے والے کا نام جس نے اول فتوے دیا، ہامان۔ پس تعجب نہیں۔ کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو۔ کہ ہامان اپنے کفر پر مریگا۔ لیکن فرعون (محمد حسین بٹالوی) کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا۔ آمنت بالذی آمنت بہ بنوا اسرائیل (اربعین ۳ صفحہ ۲۸)

(ج) ”فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر ہوا ہے۔ کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا۔ مگر مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا۔ کہ آمنت بالذی آمنت بہ بنوا اسرائیل۔ یا پرہیزگار لوگوں کی طرح واللہ اعلم (استفتاء اردو صفحہ ۲۲ حاشیہ)

(د) ۱۸ر اپریل ۱۹۰۳ء شام کو حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب نظر کے آگے سے پھر گئے۔ پھر یہ الفاظ الہام ہوئے۔

”ساخبرہ فی آخر الوقت انک لست علی الحق“

(بدر جلد ۲ نمبر ۱۴ سنہ ۱۹۰۳ء)

ان میں محمد حسین کے متعلق دو باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ فرعون کی طرح ایمان لائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ قول تکفیر سے رجوع کرے گا۔ پہلے حصہ کا جواب یہ ہے۔ کہ محمد حسین کے آخری وقت میں ایمان لانے کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ جب خدا تعالےٰ کے کہنے پر فرعون کے ایمان کو صحیح مانا ہے۔ تو خدا کے کہنے پر محمد حسین کے ایمان کو بھی ماننا پڑے گا۔

دوسرا حصہ کہ فتویٰ تکفیر سے وہ رجوع کریگا۔ اس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل واقعہ بغور ملاحظہ کریں۔

مقدمہ مسمات کریم بی بی بنت محمد الدین لوہار ساکن نظام آباد بنام رحمت اللہ ولد عبد اللہ قوم لوہار ساکنہ

93

نظام آباد ضلع گوجرانوالہ میں مدعیہ کے گواہ بن کر مولوی محمد حسین بٹالوی نے لالہ دیوکی نندن صاحب مصنف درجہ اول کی عدالت میں طویل بیان کے ضمن میں مختلف فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

"ایک فرقہ احمدیہ بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔ جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوے مسیحیت اور مہدویت کا کیا ہے۔ یہ فرقہ بھی قرآن و حدیث کو یکساں مانتا ہے۔ ... کسی فرقہ کو جن کا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ہمارا فرقہ مطلقاً کافر نہیں کہتا"۔

چنانچہ اس کے فیصلہ میں لالہ صاحب نے مقدمہ مورخہ ۳ ۱۹۱۲ء کے فیصلہ میں یہ بھی لکھا:۔

"یہ امر تو ہر ایک فرقہ والے کے اپنے اپنے خیال پر منحصر ہے۔ اہل شیعہ جن احادیث کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو سنی صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ اور جن کو سنی صحیح تسلیم کرتے ہیں ان کو شیعہ صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ گویا حدیث کو نہ ماننے والا اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شیعہ بھی اسلام میں ہیں۔ احمدی بھی۔ حنفی بھی شامل ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ والا دوسرے فرقہ والے کو کافر کہتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ اسلام کے حنفی ہیں۔ اور احمدی فرقہ والوں کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ جیسے کہ انہوں نے اپنے بیان میں خود تحریر کرایا ہے۔ اور ایسے ہی مولوی عبدالحکیم صاحب گواہ مدعیہ کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں"۔

اس شہادت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخری عمر میں مولوی محمد حسین نے فتوے تکفیر سے رجوع کر لیا تھا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی موت کی پیشگوئی کی تھی۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء میں تسلیم کیا ہے۔ کہ اس کی موت کے متعلق کوئی پیشگوئی نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ پوری طرح اتمام حجت کرنے کے بعد حضرت اقدس نے علماء کو دعوت مباہلہ دی۔ اور لکھا۔

"ہر گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والی مجلسوں سے الگ ہو" (انجام آتھم صفحہ ۶۷)

ان علماء کی فہرست میں جو اس میں نام بنام مخاطب کئے گئے۔ مولوی ثناء اللہ کا گیارھواں نمبر تھا۔ اسکے متعلق حضرت اقدس نے لکھا۔

"میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے۔ کہ میں اس طور سے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں۔ کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں۔ کہ جو شخص ہم دونو میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی ہی میں مر جاوے" (اعجاز احمدی صفحہ ۱۴)

"اور اگر اس چیلنج پر وہ (ثناء اللہ) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷)

اس چیلنج کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا۔

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے اسلئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں"۔ (الہامات مرزا صفحہ ۸۵ طبع دوم)

گویا مولوی صاحب کا عقیدہ ہی کہ مباہلہ کیلئے نبی یا رسول ہونا ضروری ہے۔ لیکن جب اہلحدیثوں نے طعنے دئے کہ تم نے تو ہماری ناک کاٹ ڈالی۔ اور ان کی طرف سے اصرار ہوا تو کہا

"مرزائیو سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ وہی میدان عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے ذلت اٹھا چکے ہو۔ (صریح جھوٹ ناقل) اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہم کو رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت دی ہوئی ہے" (اہلحدیث ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس تعلّی کے جواب میں ایڈیٹر صاحب اخبار بدر نے لکھا۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب نے انکے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔ آپ بیشک قسم کھا کر بیان کریں۔ کہ یہ شخص (مرزا صاحب) اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اور بیشک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مباہلہ کی بنیاد جس آیت قرآنی پر ہے اس میں تو صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہے" (بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناء اللہ کا جواب الجواب یہ ہے۔

"میں نے آپ کو مباہلہ کیلئے نہیں بلایا میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں حالانکہ مباہلہ اسکو کہتے ہیں۔ جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں میں نے حلف اٹھانے کو کہا ہے مباہلہ نہیں کہا قسم اور ہے مباہلہ اور ہے" (اہلحدیث ۱۹ر اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ جواب ابھی قادیان نہ پہنچا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے انکی پہلی تحریر کو مد نظر رکھتے ہوئے ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" کے عنوان سے ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو دعائے مباہلہ شائع کر دی

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ دعا مباہلہ تھی یکطرفہ دعا نہیں۔ اگر محض دعا ہوتی تو (۱) حضور صرف مولوی ثناء اللہ کیلئے بد دعا کرتے نہ کہ اپنے لئے بھی (۲) ثناء اللہ کا اپنا اعتقاد بھی یہی تھا۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے "مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا" (مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء) پھر لکھا "ناظرین آگاہ ہونگے کہ قادیانی کرشن نے ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا" (مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء) پس صاف ظاہر ہے کہ خود ثناء اللہ بھی اسے دعائے مباہلہ ہی تعین کرتا تھا۔ ورنہ اسے نامنظور کرنے کی کیا وجہ تھی۔ کیا بد دعا کو بھی مخالف شخص نامنظور کر سکتا اور بد دعا کرنے والے کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے تمہاری بد دعا منظور نہیں۔ پھر اسلوب تحریر بتاتا ہے۔ کہ یہ دعائے مباہلہ تھی۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اس سے راہ فرار اختیار کی اس لئے بچ گیا۔ ہاں اپنے مسلم معیار کے مطابق کہ جھوٹے دغاباز کو لمبی عمر ملتی ہے لمبی عمر پا رہا ہے اور اتمام حجت کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا۔

بعض لوگ غلطی سے اس کو مولوی ثناء اللہ کے متعلق پیشگوئی سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ مولوی ثناء اللہ خود کہتا ہے کہ یہ الہام یا پیشگوئی کی بناء پر نہیں بلکہ صرف دعا ہے۔ اور وہ دعائے مباہلہ۔ ہاں اس کے سوا حضرت مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ کے متعلق تین پیشگوئیاں کی ہیں جو پوری ہوئیں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے (۱) وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئینگے اور سچی پیشگوئیوں کی اپنی قلم سے تصدیق کرنا انکے لئے موت ہوگی۔ (۲) اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مرینگے۔ (۳) اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔ صفحہ ۳۷)"

پس یہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ مولوی ثناء اللہ بظاہر پیشگوئیوں کی پڑتال کے لئے آیا۔ لیکن یہاں آ کر آریوں کے پاس ٹھیرا اور وہیں سے واپس چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ہرگز نہیں آیا۔

دوسرا نشان یہ ہے۔ کہ آپ چونکہ اس چیلنج پر مستعد نہ ہوئے۔ کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے۔ اس لئے زندہ ہے اور تیسرا یہ کہ مقابل میں مضمون اور عربی قصیدہ نہ لکھ کر روسیاہ ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور توحید

حضرت مسیح موعود کی بعثت کا اولین مقصد قیام توحید ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عزت۔ اس کی توحید کا جو بیان کیا ہے وہ بہت ارفع ہے پہلے مسلمان کہلانے والے فرقوں میں سے موحدین یا وہابیوں کا گروہ زیادہ توحید پرست سمجھا جاتا ہے۔ مگر توحید کے جس مقام کو وہابیت نے بیان نہ کیا۔ وہ حضرت مسیح موعود نے بیان فرمایا۔ تاہم نادان آپ کو ہی توحید کے مخالف قرار دیتے ہیں۔

اور بعض الہام مثل انت منی بمنزلۃ ولدی کو بطور طعن پیش کرتے ہوئے عجیب حماقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ جو توحید کے قیام کے لئے استعمال کیا گیا۔ حضرت مسیح موعود خود تحریر فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور یہ کلمہ بطور استعارہ کے ہے چونکہ اس زمانہ میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھیرا رکھا ہے۔ اسلئے مصلحت الٰہی نے چاہا کہ اس سے بڑھکر الفاظ اس عاجز کیلئے استعمال کرے۔ تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو وہ خدا بناتے ہیں۔ اس امت میں بھی ایک ہے جسکی نسبت اس سے بڑھکر ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

سچ ہے سہ چوں کا ز ستم پیر پسندیم رواست غیور یکہ خدا پرستش کرد ہمسرا

اور یہ کوئی معیوب بات نہیں تمام علماء سلف اسے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ اگر لفظ ابناء بجائے محبوبان ذکر شدہ باشد چہ عجب (الفوز الکبیر) مثنوی دفتر سوم میں مولانا روم فرماتے ہیں سہ اولیاء اطفال حق اند اے پسر در حضور و غیبت آگاہ باخبر۔ پس صرف آپکے الہامات میں بمنزلۃ ولدی کا لفظ موجود ہونے کی وجہ سے آپ پر شرک کا الزام عاید نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بزرگان دین اور آئمہ اسے قابل اعتراض نہیں ٹھیراتے۔ اس کے علاوہ حضور کا اپنا عقیدہ حسب ذیل ہے۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہمارا خدا وہ خدا ہے۔ جو اب بھی زندہ ہے۔ جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ .... وہ وہی لاشریک ہے۔ جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ اور وہ وہی بے مثل ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں"۔ (الوصیت)

(۲) وحید فرید لا شریک لذاتہٖ
قوی علی مستعات مقتدر
ولم یتخذ ولداً ولا کفو لہٗ
وحید فرید ماد ناہ التکثر
(از ابیات الصاحب تمیمی)

خدا کے بیٹے ہونے کی تشریح خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حسب ذیل الفاظ میں فرمائی ہے:۔

"خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے۔ اور خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں۔ کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس مرتبہ کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کر کے فرمایا گیا ہے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی خدا کو ایسی محبت اور دلی جوش سے یاد کرو جیسا کہ بچہ اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک قوم کی کتابوں میں اب یا پتا کے نام سے خدا کو پکارا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کو استعارہ کے رنگ میں ماں سے بھی ایک مشابہت ہے۔ اور وہ یہ کہ جیسے ماں اپنے پیٹ میں اپنے بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کے پیارے بندے خدا کی محبت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔ سو اولیاء کو جو صوفی اطفال حق کہتے ہیں یہ صرف ایک استعارہ ہے۔ ورنہ خدا اطفال سے پاک اور لم یلد ولم یولد ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات مختلف زبانوں میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کو دوسری زبان میں الہام کیوں ہوئے۔ نیز ایسی زبانوں میں کیوں ہوئے جنہیں آپ نہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم (سورۃ ابراہیم)۔ مگر اس آیت کا وہ مفہوم نہیں جو ہمارے مخالف سمجھتے ہیں۔ بلسان قومہ سے مراد الہام نہیں۔ بلکہ صرف یہ ہیں۔ کہ وہ نبی ان لوگوں کی زبان میں باتیں کرتا ہے۔ اس پر لیبین لھم قرینہ بھی ہے۔ مفسرین نے اس کے معنے یہ لکھے ہیں۔ الا بلسان قومہ ای متکلما بلغۃ من ارسل الیھم من الامم (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۳۰۹)

مدارک التنزیل میں ہے۔ الا بلسان قومہ الا متکلماً بلغتھم (برحاشیہ خازن جلد ۳ صفحہ ۸۲)

پس جب آیت قرآنی کا یہ مطلب ہی نہیں۔ تو اعتراض کیسا دوسری بات اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ قوم سے مراد چار ہی ہو سکتے ہیں۔ امت دعوت۔ امت اجابت۔ خاندان کے لوگ۔ یا ملک کے لوگ۔ اگر اس سے امت دعوت مراد لی جائے۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ اس لئے متعدد زبانوں میں الہام کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور اگر قوم سے مراد امت اجابت ہو۔ تو چونکہ اس میں بھی سب طبقوں کے لوگ شامل ہیں۔ اس لئے یہ صورت بھی قابل اعتراض نہیں۔ اور اگر قوم سے مراد خاندان کے لوگ لئے جائیں۔ تو اس صورت میں قرآن کریم پر بھی اعتراض وارد ہوگا۔ کیونکہ لکھا ہے۔

والذی یذھب مذھب الجستانی یقول ان فی القرآن ما نزل بلغۃ حمیر وکنانۃ۔ وجرھم وازدشنؤۃ ومذحج وخثعم وقیس غیلان وسعد العشیرۃ وکندۃ وعذرۃ۔ وحضرموت۔ وغسان ومزینۃ ولخم وجذام وحنیفۃ والیمامۃ وسبا وسلیم وعمارۃ وطے وخزاعۃ وعمان وتمیم وانمار والاشعریین والاوس والخزرج ومدین وقد حتمل المکل ذالک ابو القاسم (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۲۱۱)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن کریم میں قریباً تیس مختلف قبائل کی زبانیں استعمال کی گئی ہیں۔ پس اگر بلسان قومہ سے مراد صرف نبی کے خاندان کے لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔ تو یہ اعتراض قرآن کریم پر بھی وارد ہوگا۔

پھر اگر قوم سے مراد ملک کے لوگ ہوں۔ تو اول تو یہ کسی لغت کی رو سے جائز نہیں۔ دوئم جس نبی کے ملک میں مختلف اقوام بستی ہوں۔ اور مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں۔ تو ایسے تو سب زبانوں میں ملہم بننے کا حق ضرور ہونا چاہئے۔ پس ہندوستان میں بھی چونکہ مختلف زبانیں بولنے والی مختلف اقوام آباد ہیں۔ اسلئے اس صورت میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جن زبانوں میں الہام ہوا۔ وہ عربی۔ اردو۔ انگریزی۔ فارسی۔ پنجابی۔ عبرانی اور ہندی ہیں۔ عربی آپ کی مذہبی زبان تھی۔ اور آپ کی قوم کی مذہبی زبان تھی۔ اردو ملکی زبان تھی۔ انگریزی حکومت وقت کی زبان تھی۔ فارسی جدی اور خاندانی زبان تھی۔ پنجابی صوبہ کی زبان تھی۔ عبرانی میں آپ کو دعوی مسیحیت کی نسبت سے الہام ہوئے۔ اور ہندی میں کرشن ہونے کی حیثیت سے۔ غرض ہر زبان آپ سے متعلق تھی۔ کیونکہ آپ موعود کل ادیان تھے۔ اور سب کے لئے مبعوث ہوئے تھے

ایک اور بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ بلسان قومہ سے مراد زبان کا دینا یعنی اس زبان میں فصاحت عطا کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اوتیت جوامع الکلم۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عربی میں اس قدر فصاحت اور قدرت عطا کی گئی۔ کہ آپ نے تحدی کے ساتھ عربی کتب شائع کیں اور مخالفین کو ان کی نظیر لانے کے لئے چیلنج دیا۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ مقابل میں نکلے۔

رسول کریم اور دیگر زبانوں میں الہام

اگر اس جگہ یہ سوال ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب کی طرف مبعوث تھے۔ آپ کو کیوں سب زبانوں میں الہام نہ ہوئے۔ تو اس کے تین جواب ہیں۔ اول یہ کہ ضروری نہیں۔ کہ سب زبانوں میں الہام ہو۔ یہ صرف جائز ہے۔ اور نہ ہونا کسی نقص پر دلالت نہیں کرتا۔

نیز یہ کہ اس زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے اس طرح مخلط اور ملے جلے نہ تھے۔ اس لئے سب زبانوں کی جگہ سب کی ماں زبان (ام الالسنہ) میں الہام ہو گیا۔ روح المعانی میں بھی یہی جواب دیا گیا ہے لکھا ہے:۔

لغتھم (لغت اھل العرب) افضل اللغات نزل الکتاب المبین بلسان عربی مبین (روح المعانی جلد ۴۔ صفحہ ۲)

اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہے۔ کہ مفسرین نے قرآن مجید میں بھی غیر عربی الفاظ تسلیم کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(الف) "وذھب جمع الی وقوع غیر العربی فیہ (فی القرآن) واجابوا عن الآیۃ بان الکلمات الیسیرۃ بغیر العربیۃ لا تخرجہ عن العربیۃ فالقصیدۃ الفارسیۃ لا تخرج عن کونھا فارسیۃ بلفظ عربی فیہ روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۶"

(ب) "واختار الجلال السیوطی القول بالوقوع واستدل علیہ بما اخرج عن ابی میسرۃ التابعی الجلیل انہ قال فی القرآن من کل لسان وروی مثلہ عن سعید بن جبیر ووھب بن منبہ (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۶)

(ج) فخر الدین رازی لکھتے ہیں:۔

"ان اللہ تکلم بالمشکوٰۃ وھو بلسان الحبشۃ والسجیل والاستبرق فارسیان" (کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۳)

(د) "وذکر ابو بکر الواسطی ان فی القرآن من اللغات خمسین لغۃ ولو دھا مثلاً لما الا انہ ذکرات فیہ من غیر العربیۃ الفرس والنبط والحبشۃ والبربریۃ والسریانیۃ والعبرانیۃ والقبط" (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۲۱۱)

تیسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے۔ کہ آپ کے خدام کو الہام ہونا بھی آپ کے ہی رتبہ کو بڑھاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو کچھ ملا۔ وہ آپ ہی کے طفیل ملا ہے۔ جیسے فرمایا:۔ ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

اس کے علاوہ عقلاً ہم دیکھتے ہیں۔ کہ غیر زبان میں الہام ہونا کوئی خرابی یا نقص کی بات نہیں۔ بلکہ یہ ایک صداقت کی دلیل ہے کیونکہ ایسی زبان جسے انسان جانتا بھی نہیں۔ اس میں الہام انسان تصنع یا بناوٹ سے نہیں بنا سکتا۔ ایسا الہام یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو

مختلف زبانوں میں الہامات کی ضرورت

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ آج کیا ضرورت پیش آئی۔ کہ مختلف زبانوں میں الہام ہو۔ سو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آج دنیا ایک قوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اقوام عالم کو یقین دلانا چاہتا تھا۔ کہ خدا ان سے ان کی اپنی زبان میں بھی گفتگو کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سوال کا جواب حسب ذیل الفاظ میں دیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں۔ اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف ہے۔ اس لئے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں۔ تا وہ اس بات کا نشان

موتی سرمہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے

اس سرمہ پر ڈاکٹر شیفتہ اور حکماء فریفتہ ہیں ضعف بصر، ککرے، جالا، پھولا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، ناخونہ، گوانجنی، ناسور، ابتدائی موتیا بند غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے۔ اس کا روزانہ استعمال آنکھوں کی بصارت کو تیز کرتا۔ اور جملہ امراض سے آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے جو لوگ بچپن اور جوانی میں اسکا استعمال رکھینگے وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائینگے۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ

حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میرے گھر میں اس سے قبل بہت قیمتی سرمے استعمال کئے گئے۔ مگر کچھ فائدہ نہوا۔ مگر آپکے سرمہ سے انکی آنکھوں کی سب بیماری اور کمزوری دور ہوگئی۔ انکی نظر بچپن کے زمانہ کی طرح بالکل ٹھیک اور درست ہوگئی۔ اس لئے میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور محض افادہ عام کیلئے ان الفاظ کو آپ تک پہنچاتا ہوں۔ کہ اسے ضرور شائع کریں۔ تاکہ دیگر لوگ بھی اس مفید ترین چیز سے مستفیض ہوں۔

اکسیر البدن دنیا میں ایک ہی مقوی دوا ہے اکسیر البدن جملہ دماغی و جسمانی واعصابی کمزوریوں کے دور کرنے کا ایک ہی علاج ہے۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو شاہ زور بنانا اس پر ختم ہے۔ اس کے استعمال سے کئی ناتوان اور گئے گذرے انسان از سر نو زندگی حاصل کر چکے ہیں۔ اگر آپ بھی عمدہ صحت پاکر پُر لطف زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آج ہی اکسیر البدن کا استعمال شروع کردیں۔ ایک ماہ کی خوراک کی قیمت : پانچ روپے۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت۔ جناب ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ڈی مائڈین ملٹری ہسپتال کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے میمو ملک برہما میں اپنے ایک دوست کے لئے آپ کی ایجاد کردہ اکسیر البدن منگوائی تھی۔ انہوں نے اسکا استعمال کیا میں نومبر میں تبدیل ہو کر کلکتہ آگیا۔ اور اسکے نتیجے کا بہت مشتاق تھا۔ کل ہی انکا خط ملا ہے۔ کہ انہیں اکسیر البدن سے بیحد فائدہ ہوا ہے میں آپکو اس ایجاد پر مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک شیشی اور بذریعہ وی پی جلد ارسال فرماویں۔

اکسیر معدہ یہ امراض معدہ وسینہ کا لاثانی علاج اور کمترت دودھ گھی ہضم کرنیکا بہترین ذریعہ تمام بیماریوں کی جڑ کمزور معدہ ہے۔ اگر آپ کو کھانا بخوبی ہضم ہوتا ہے۔ تو آپ کیلئے سادہ غذا بھی نعمت عظمیٰ ورنہ مرغن اور لذیذ غذائیں بھی وبال جان۔ اکسیر معدہ، ہیضہ، بدہضمی، کمی بھوک، اپھارہ، بادگولہ، پیٹ کا گڑگڑانا، کھٹی ڈکاریں، قے، جی کا متلانا، جگر و تلی کا بڑھ جانا، سر چکرانا، ہاتھ پاؤں کا گرم رہنا، کرم شکم، اسہال، ریاح وغیرہ کیلئے تیر بہدف ہے خوراک چار رتی۔ قیمت فی شیشی جو کئی ماہ کیلئے کافی ہے۔ صرف دو روپے۔

جناب ایڈیٹر صاحب فاروق کی شہادت :۔ مکرم میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق لکھتے ہیں۔ کہ مجھ نفخ شکم اور پیٹ میں ہر وقت بوجھ رہنے کی شکایت تھی۔ اس اکسیر کے استعمال سے خدا نے مجھے بہت جلد صحت دی اور میری تمام معدہ اور شکم کی شکایات رفع ہوگئیں۔ اس کیلئے میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

قبض کشا گولیاں اول تو کبھی کبھار کی قبض بھی تکلیف دہ ہے۔ اور پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ اگر آپکا معدہ صاف ہے۔ تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ ورنہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے۔ ایک دن گھر کا پاخانہ صاف نہو تو تمام گھر کی فضا اسقدر بدبودار ہو جاتی ہے۔ کہ ناک میں دم آجاتا ہے۔ یہی حال معدہ کا ہے کہ ایک روز کھلکر اجابت نہو۔ تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے۔ اور متعفن معدہ ہی جملہ بیماریوں کی جڑ ہے قبض کشا گولیاں کیا ہیں۔ گویا معدہ کی جھاڑو ہیں۔ اسکا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت ایکسو گولی صرف دو روپے۔

موتی دانت پوڈر ڈاکٹروں کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ میلے دانت جملہ امراض کا گھر ہیں۔ یہ پوڈر دانتوں کو موتیوں کی طرح چمکا کر بدبو وغیرہ کو دور کرکے پھولوں کی سی مہک پیدا کرتا ہے۔ اور انہیں فولاد کی طرح مضبوط بنا کر جملہ امراض اندرونی گوشت خورہ خون یا پیپ کا آنا وغیرہ سے نجات دیتا ہے۔ قیمت ایک شیشی صرف ایک روپیہ

ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول کی شہادت :۔ جناب مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان لکھتے ہیں۔ کہ میں نے یہ موتی دانت پوڈر استعمال کیا۔ بہت مفید پایا۔ علاوہ دانتوں کو سفید اور صاف رکھنے کے یہ امراض مسوڑوں کیلئے بھی بہت مفید ہے ملنے کا پتہ :۔ مینیجر نور امیڈیسنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

انمول موتی کوڑیوں کے مول

اگر آپ مالدار بننا چاہتے ہیں۔ تو قرولی سٹینڈرڈ ریلویز لمیٹڈ بمبئی کے حصص خرید فرماویں جس کے فی حصہ کی قیمت دس روپیہ ہے۔ جو بوقت درخواست دو روپیہ فی حصہ۔ بروقت منظوری تین روپیہ اور بقیہ پانچ روپے ایک ماہ کی میعادی طلبی پر ادا کرنے پڑینگے۔ اس لئے ملازمت پیشہ اصحاب اور دیگر سرمایہ داروں کے لئے بنک میں رکھنے یا کسی اور تجارت پر صرف کرنے کی بجائے ایک نادر اور نایاب موقعہ ہے

خواہشمند اصحاب فوراً سنٹرل بنک آف انڈیا کی کسی شاخ سے یا مینجنگ ایجنٹس قرولی سٹینڈرڈ ریلویز لمیٹڈ۔ فورٹ بمبئی سے چھاپہ شدہ فارم درخواست لیکر درخواست کریں۔ اور روپیہ جمع کرا کر رسید حاصل کرلیں۔ مفصل پراسپکٹس ہیڈ آفس بمبئی سے طلبی پر روانہ ہوتے ہیں :۔

المشتہر

سیکرٹری

ضرورت :۔ ضلع شیخوپورہ کے کاشتکار مڈل پاس مخلص احمدی دوستوں کی ضرورت ہے۔ جو کسی سکول میں بعہدہ مدرسی کام کرنے کیلئے تیار ہوں۔ درخواستیں جلد پتہ ذیل پر ارسال فرماویں۔ احقر محمد ابراہیم سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ

ہندوستان کی خبریں!

نئی دہلی۔ ۳۱ دسمبر۔ سر ڈینز برے وزیر خارجہ ہند نے ۳۰ دسمبر کو دوپہر کے بعد اپنے عہدہ کا چارج۔ مسٹر اے سی پی اڈل کو تفویض کر دیا۔

زمیندار کے مدیر معاون چراغ حسن صاحب حسرت اور اسی اخبار کے آٹھ کاتبوں نے مالکان جریدہ مذکور کی بدمعاملگی کے باعث کام چھوڑ دیا تھا۔ اور اب ایک جدید روزنامہ "انصاف" جاری کیا ہے۔ جس کا پہلا پرچہ ۴ رجنوری کو شائع ہو گیا ہے۔ مجلس ادارت میں حفیظ جالندھری بھی شامل ہیں۔

لاہور ۵ رجنوری۔ آج الفنسٹن تھیٹر میں ایک مسلمان سینما دیکھتا ہوا دفعتہً جان بحق ہوا۔

مدورا۔ ۴ رجنوری۔ دیوان بہادر ٹی رنگا چاری نے ایک بیان کے دوران میں کہا۔ کہ کانگرس کی حکمت عملی اور پروگرام سراسر انقلاب ہے۔ خواہ اسے غیر تشدد ہی کیوں نہ کہا جائے۔ لبرل جماعت اسے خطرناک خرابی سمجھتے ہوئے اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ عوام کو رہنمائی کی ضرورت ہے۔ ہمیں کافی تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ ہم آگ کے ساتھ نہیں کھیل سکتے۔

نیو دہلی۔ ۵ رجنوری۔ مولوی ابو الکلام آزاد اور ڈاکٹر انصاری نے ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لاہور کانگرس کی قرارداد آزادی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ نہرو رپورٹ منسوخ ہو گئی ہے۔ اور حقوق کا مطالبہ بالکل بے بنیاد ہو گیا ہے۔ اب مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اس مطالبہ کو طاق نسیان پر رکھکر آزادی کے لئے جنگ شروع کر دیں۔

پٹنہ۔ ۴ رجنوری۔ مسٹر مظہر الحق بیرسٹر جو عدم تعاون کے دنوں میں ممتاز کانگرسی رہنما تھے۔ اپنے مکان واقع چھپراڑ ضلع فرید پور میں فالج گرنے سے انتقال کر گئے۔

مدراس۔ ۲ رجنوری۔ ڈاکٹر اینی بیسنٹ نے احاطہ مدراس کا دورہ کرنے کا عزم کیا ہے۔ آپ کا مقصد عوام کو کانگرس کے خطرے سے آگاہ کرنا ہے۔ دیگر معزز ممبران بھی دورہ کرنے والے ہیں۔

لاہور ۳۱ دسمبر۔ پنجاب اور فرنٹیئر ہندو کانفرنس نے جس کا اجلاس حال ہی میں ختم ہوا ہے۔ دو کمیٹیاں سائمن کمیشن اور صوبہ جاتی کمیٹیوں کی رپورٹوں کا مطالعہ کرنے کے لئے مقرر کی ہیں۔

کلکتہ۔ ۵ رجنوری۔ گاندھی جی نے اخبار سٹیٹسمین کے نمائندہ سے انٹرویو میں بیان کیا۔ کہ جونہی ہم ایک آرگنائزیشن بنا لیں گے۔ تو سول نافرمانی کی مہم شروع کر دیں گے۔ ہمارے طریقے وہی ہونگے۔ جو باردولی میں اختیار کئے گئے تھے۔ خاص

شکایات رفع کرانے کی جگہ ہندوستان کی خود مختاری اس مہم کا خاص مقصد ہوگا۔ ہم چند ماہ کے عرصہ میں کئی علاقوں میں ایک ساتھ سول نافرمانی شروع کرنے کے قابل ہو جائینگے۔

دہلی۔ ۳ رجنوری۔ دہلی کی سی۔ آئی۔ ڈی وائسرائے کی سپیشل ٹرین کو بم سے اڑانے کی کوشش کے متعلق بڑی سرگرمی کے ساتھ تحقیقات میں مصروف ہے۔ مگر حادثہ کو کئی یوم سے زیادہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک پولیس کوئی ٹھیک سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ اور نہ کوئی خانہ تلاشی یا گرفتاری ہوئی ہے۔ سنا گیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں حکام پولیس کی کانفرنس بھی ہو چکی ہے۔ کہ کس طرح سے ملزم کا پتہ لگایا جائے یہ بھی خبر گرم ہے۔ کہ چونکہ لاہور میں کانگرس ختم ہو چکی ہے اب ایک دو دن میں ہی پنجاب اور دیگر کئی صوبہ جات کی خفیہ پولیس دہلی لائی جائے گی۔

نیو دہلی۔ ۲ رجنوری۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پریذیڈنٹ پٹیل اسمبلی سے مستعفی نہیں ہونگے۔

مدراس۔ ۳ رجنوری۔ سر فارمین میجاری جکس ممبر ایگزیکٹو کونسل نے آج اپنی جگہ خالی کر دی ہے۔ مسٹر کیمبل کوان کی جگہ ممبر ایگزیکٹو کونسل مقرر کیا گیا ہے۔

میرٹھ ۳ رجنوری۔ مقدمہ سازش میرٹھ کے ۳ انگریز ملزمان نے جیل میں بڑا دن منایا۔ جس کے تمام انتظامات قسمت میرٹھ کے کمشنر نے پرائیویٹ طور پر کئے تھے۔ عدالت کے کمرہ میں ان کو پولیس کے پہرہ میں دعوت دی گئی۔ اس مذہبی رسم کو خاص طور پر اس وجہ سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ کہ سوویٹ گورنمنٹ نے اس کو بند کرنے کی کوشش کی تھی۔

لاہور ۳ رجنوری۔ شرومنی اکالی دل نے مورخہ ۱۲ رجنوری ۱۹۳۰ء کو مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس مدعو کیا ہے۔ جس میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کی فرقہ وارانہ نمائندگی کی حکمت عملی کی قرارداد پر غور و خوض کیا جائے گا۔

نئی دہلی۔ ۶ رجنوری۔ خیال کیا جاتا ہے کہ گورنر جنرل عنقریب ایک اعلان کے ذریعہ سے اسمبلی کی مدت میں توسیع فرمائینگے۔ اس اعلان کے ۱۹ ماہ حال تک شائع ہو جانے کی توقع ہے۔

الہ آباد۔ ۶ رجنوری۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے دفتر میں امریکہ سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ سنیٹر بلین نے امریکہ کی سینٹ میں ایک قرارداد پیش کی ہے جس میں ریاستہائے متحدہ امریکہ سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ ہندوستان کی آزادی فی الفور تسلیم کر لی جائے۔ اس قرارداد پر سینٹ کی بحث کے لئے ۷ رجنوری کی تاریخ مقرر ہوئی۔

نیو دہلی۔ ۶ رجنوری۔ ہز ایکسی لینسی وائسرائے ۱۲ رجنوری کو ہندو یونیورسٹی بنارس کا معائنہ کریں گے۔

ممالک غیر کی خبریں!

جبل الطارق۔ ۳۰ دسمبر۔ اس سرنگ کی تعمیر کا کام جو یورپ کو افریقہ سے ملائے گی جنوری میں شروع ہوگا۔ کرنیل جیو نالس جو اس تجویز کے موجد ہیں۔ اور جو آبنائے جبل الطارق کے نیچے کام کریں گے۔ اپنے انجینیروں کی جماعت کی معیت میں میڈرڈ سے طریفہ پہنچ گئے ہیں۔ سرنگ القفنا سیفور علاقہ مراکش سے شروع کی جائے گی۔

لنڈن۔ ۴ رجنوری۔ ڈاکخانہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ ۷ رجنوری سے لنڈن اور برلن کے درمیان براہ راست ڈھائی پنس فی مربع سنٹی میٹر کی شرح سے تصویریں خط کے اور فوٹو بذریعہ ٹیلیگراف بھیجے جا سکیں گے۔

رگبی۔ یکم جنوری۔ دریائے ٹیمز کے بالائی حصوں اور شمال میں ہولناک طغیانی کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کل یارک میں دریائے اوس کا چڑھاؤ اس قدر زیادہ ہو گیا۔ کہ گذشتہ پچیس سال میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ دریائے اوس، دریائے ڈرنٹ اور دریائے فوس میں سیلاب آجانے کے باعث ہزاروں ایکڑ زمین غرقاب ہو گئی۔

قاہرہ۔ یکم جنوری۔ قوم پرستوں کے رہنما نحاس پاشا نے ایک کابینہ قائم کی ہے۔ وہ خود وزیر اعظم ہیں۔ اور واصف پاشا وزیر خارجہ ہونگے۔

لنڈن۔ ۳ رجنوری۔ شاہزادہ ویلز آج پھر افریقہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ تاکہ اپنی اس سیاحت کو جو ملک معظم کی علالت کی وجہ سے ملتوی کرنی پڑی تھی۔ پایۂ تکمیل کو پہنچائیں۔

ہانگ کانگ۔ ۲ رجنوری۔ مسٹر برنسٹ منیجنگ ایڈیٹر اخبار چائنا میل اور ان کی اہلیہ ریوالور کے زخموں سے ہلاک ہو گئے

لنڈن۔ ۴ رجنوری۔ لارڈ ارون وائسرائے ہند کو نائٹ آف جسٹس آف دی آرڈر آف سینٹ جان آف یروشلم لیڈی ارون کو ڈیم آف گریس اور میاں سر فضل حسین کو ایسوسی ایٹ کمانڈر کے اعزازات تفویض کئے گئے ہیں۔

طہران۔ ۲ رجنوری۔ ایرانی سفیر مقیم لنڈن کو اختیار دے دیا گیا ہے۔ کہ وہ حکومت کی طرف سے یونان کے ساتھ اتحاد چونگی کے محصول۔ تجارت اور جہاز رانی کے ایک مستقل معاہدے پر دستخط کر دے۔

واشنگٹن۔ ۲۵ دسمبر۔ وائٹ ہال میں آگ لگ گئی جو دو گھنٹے تک رہی۔ پریذیڈنٹ اور ایگزیکٹو کے دفتر تباہ ہو گئے۔ ساٹھ ہزار ڈالر کے نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے پریذیڈنٹ ہوور کے پرائیویٹ کاغذات محفوظ رہے۔ لیکن سرکاری کاغذات جل کر خاکستر ہو گئے۔

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر الفضل کیلئے قادیان سے شائع کیا)